جامعہ حقانیہ کا ترجمان

# الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

مجلّہ

ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۳۱ھ اکتوبر ۲۰۱۰ء

بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

# فہرست


| | | |
|---|---|---|
| پاکستان کی تاریخ کا بدترین سیلاب..... | مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم | 3 |
| درس قرآن کریم..... | // // // | 6 |
| درس حدیث..... | مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ | 8 |
| ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ..... | حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی | 10 |
| حج کے پانچ دن..... | فضیلۃ الشیخ مولانا محمد سلیم مکہ معظمہ | 11 |
| حج اور عمرہ کا مختصر طریقہ..... | مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم | 15 |
| ہمارے دینی مدارس..... | فقیہ العصر مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ | 17 |
| سود کی غلط تشریح..... | // // // | 28 |
| حضرت مولانا محمد یوسف خان پلندری رحمہ اللہ..... | مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم | 32 |
| ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم..... | // // // | 33 |
| احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج تحقیقی جائزہ.... | مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی | 35 |
| متاثرین سیلاب کے ساتھ تعاون وہمدردی..... | عبدالناصر ترمذی | 39 |
| تعارف کتب..... | ع،ن،ت | 43 |
| اخبار الجامعہ..... | مولوی محمد آصف چنیوٹی | 44 |


☆☆☆☆☆☆☆

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

# پاکستان کی تاریخ کا بدترین سیلاب

شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ کے مہینہ میں جنوبی پنجاب، سندھ اور بطور خاص خیبر پختونخواہ کے علاقے میں جو عظیم سیلاب آیا اس نے ملک میں تباہی مچا کر رکھ دی اور اس سے جو نقصان ہوا اس کا کچھ اندازہ درج ذیل خبر سے لگایا جا سکتا ہے:

''سوات سے لے کر ٹھٹھہ تک دو کروڑ سے زائد افراد اس کی لپیٹ میں آ چکے ہیں، ملک کا تقریباً ۲۵ فیصد حصہ سیلاب میں ڈوب گیا ہے، صرف پنجاب میں دو لاکھ سے زائد مویشی ہلاک ہو چکے ہیں، ۸۰ فیصد پل اور سڑکیں ناقابل استعمال ہو چکی ہیں، لاکھوں دیہات اور بستیاں صفحہ ہستی سے مٹ گئی ہیں، کوٹ سبزل میں شاہراہ بہ جانے کی وجہ سے پچاس ہزار گاڑیاں پھنسی ہوئی ہیں، لاکھوں متاثرین ہیضہ اور دیگر وبائی امراض کا شکار اور طبی سہولتوں سے محروم ہیں، لاکھوں ایکڑ اراضی پر فصلوں کی تباہی سے زرعی معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے'' (روزنامہ جنگ ۲۲ اگست ۲۰۱۰ء)

لیکن یہ ابتدائی صورت حال تھی اس کے بعد جو تباہی ہوئی وہ اس سے کہیں زیادہ ہے اس اعتبار سے یہ پاکستان کی تاریخ کا بدترین سیلاب ہے۔ زمینی آسمانی آفات ومصائب اور پریشانیوں کی اصل وجہ تو انسانوں کے گناہ اور بداعمالیاں ہیں چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدى الناس ليذيقهم بعض الذى عملوا لعلهم يرجعون (پ۲۱)

جب مسلمان حق تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کرتے ہیں فواحش ومنکرات پھیل جاتے ہیں، بے حیائی اور زنا کے بازار گرم ہوتے ہیں، جھوٹ ورشوت عام ہونے لگتے ہیں بے دینی ہر طرف چھا جاتی ہے تو پھر مسلمانوں کی اصلاح اور فساق وفجار اور بے دینوں کو سزا اور عام لوگوں کی عبرت کے لیے یہ آفات آتی ہیں تاکہ دیکھنے والے اپنے احوال کی اصلاح کر لیں لیکن یہ

بڑے افسوس کی بات ہے کہ بڑی سے بڑی پریشانی اور ابتلاء کے باوجود عبرت حاصل نہیں کی جاتی اور قوم من حیث القوم اپنی غلط روش بدلنے اور برائی کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتی جو انتہائی خطرناک اور تباہ کن خصلت ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور ہمیں ہر طرح کی پریشانیوں سے محفوظ رکھیں۔

موجودہ سیلاب کے ظاہری اسباب میں ایک بڑا سبب ہمارے ملک میں ضروری مقام پر ڈیم کا فقدان ہے اگر ضروری ڈیم بن چکے ہوتے تو بظاہر سیلاب سے ہونے والی تباہی سے قوم اور ملک کو دوچار نہ ہونا پڑتا۔ سیلابی آفت سے بچنے کے لیے تدبیر کے درجہ میں جو اسباب ہیں ان کو اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے خدا کرے کہ جلد ان اسباب کو اختیار کر لیا جائے تا کہ قوم کو آئندہ ایسی پریشانی اور مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس کے ساتھ قوم من حیث القوم سب باشندگان ملک، تمام مسلمان اور ہمارے ذمہ دار اور حکمران طبقے کو خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جب تک ہم اس کی اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کریں گے کامیاب نہیں ہو سکتے اور نہ ہی پریشانیوں سے بچ سکتے ہیں۔

بہرحال سیلاب سے جو تباہی ملک میں آئی ہے اس سے ہونے والے جانی مالی نقصانات کو پورا کرنا یقیناً آسان نہیں ہے، لیکن اپنے اپنے طور پر حکومت سے لے کر ہر شہری تک کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس سلسلہ میں اپنا تعاون پیش کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ ہماری حکومت خاص طور پر حکومت پنجاب کی کارکردگی اس سلسلہ میں نمایاں ہے اس کے علاوہ ملک میں موجود ٹرسٹ اور دیگر رفاہی جماعت اور تنظیموں نے بھی اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے ملک کے بڑے دینی ادارے بھی خاصے متحرک ہیں، اسی طرح معمار ٹرسٹ نے بھی حسب روایت اپنی حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا بیرون ملک سے بھی امداد کا سلسلہ جاری ہے، اس سب کچھ کے باوجود بھی ضرورت ہے کہ اس سلسلہ کو پوری گرم جوشی کے ساتھ مسلسل جاری رکھا جائے تا کہ مستحق افراد تک تعاون

پہنچ جائے اور وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں، پریشانی اور تکلیف کی اس گھڑی میں نادار حضرات کی امداد اور ان کی کفالت وتعاون ہمدردی کے ساتھ ساتھ بڑے ہی اجر وثواب کا باعث ہے چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے:

(۱) ''جس نے کسی دوسرے مسلمان کو لباس نہ ہونے کی وجہ سے پہننے کے لیے کپڑا دیا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا عمدہ لباس پہنائے گا اور جس نے دوسرے کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل اور میوے کھلائے گا، اور جس نے پیاس کی حالت میں دوسرے کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سربمہر مشروب طہور پلائے گا'' (ابوداود، ترمذی)

(۲) ''اے ابن آدم (دینی امور کی ضرورت سے اور حاجت مندوں کی مدد کے لیے) خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا'' (بخاری)

(۳) ''مومن کا صدقہ قیامت کے دن اس کے لیے سایہ ہوگا۔ (مسند احمد)

قرآن کریم کی کئی آیات اور بے شمار احادیث میں پریشانی اور مصیبت میں مبتلا لوگوں کی مدد اور اللہ تعالیٰ کے رضا حاصل کرنے کے لیے ان پر سخاوت اور کھلے دل کے ساتھ خرچ کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور اس پر عظیم اجر وثواب اور ثمرات کا وعدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام سیلاب زدگان پر رحم فرماویں اور تعاون کنندگان کو جزائے خیر اور فلاح دارین سے سرفراز فرمائیں، آمین۔

حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس موقع پر ساہیوال کے حضرات نے بھی سیلاب زدگان کے تعاون وامداد میں بڑی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور احقر کی اپیل پر انہوں نے لاکھوں روپے مالیت کا سامان مستحقین تک پہنچایا، اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور توفیق مزید سے نوازے۔

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
۲۲ شوال المکرم ۱۴۳۱ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

# درس قرآن کریم

معجزہ کی تعریف تو یہ ہے کہ وہ اسباب متعارفہ کے توسط کے بغیر وجود میں آئے، کیا ان لوگوں کی باقاعدہ تحصیل علوم، استادوں کے ساتھ طویل ملازمت وصحبت، وسیع مطالعہ، مدتوں کی مشاقی ان کی علمی مہارت کے کھلے ہوئے اسباب نہیں ہیں؟ اگر ان کے کلام دوسروں سے ممتاز ہوں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جس نے کبھی کتاب وقلم کو ہاتھ نہ لگایا ہو، کسی مدرسہ ومکتب میں قدم نہ رکھا ہو، وہ ایسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کرے کہ ہزاروں سعدی اور لاکھوں فیضی اس پر قربان ہوجانے کو اپنا سرمایہ فخر سمجھیں، اور ان کو جو کچھ علم وحکمت حاصل ہوئی اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فیض تعلیم کا اثر قرار دیں، اس کے علاوہ سعدی اور فیضی کے کلام کا مثل پیش کرنے کی کسی کو ضرورت بھی کیا تھی؟ کیا انہوں نے نبوت کا دعوی کیا تھا، اور اپنے کلام کے بے مثل وبے نظیر ہونے کو اپنا معجزہ کہا تھا، اور دنیا کو اس کا چیلنج دیا تھا کہ ہمارے کلام کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی جس کے نتیجے میں لوگ اس کا مقابلہ کرنے اور مثال پیش کرنے کے لیے مجبور ہوتے۔

پھر قرآن کی صرف فصاحت وبلاغت اور نظم وترتیب ہی بے مثال نہیں، لوگوں کے دل ودماغ پر اس کی تاثیرات عجیبہ اس سے زیادہ بے مثال اور حیرت انگیز ہیں، جن کی وجہ سے قوموں کے مزاج بدل گئے، انسانی اخلاق میں ایک کایا پلٹ ہوگئی، عرب کے تندخو، گنوار، حلم واخلاق اور علم وحکمت کے استاد مانے گئے، ان حیرت انگیز انقلابی تاثیرات کا اقرار صرف مسلمان نہیں موجودہ زمانے کے سینکڑوں غیر مسلموں نے بھی کیا ہے، یورپ کے مستشرقین کے مقالات اس بارے میں جمع کیے جائیں تو ایک مستقل کتاب ہوجائے، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بنام شهادة الاقوام على صدق الاسلام تحریر فرمائی ہے اس جگہ چند حوالے نقل کیے جاتے ہیں:

ڈاکٹر گستاولی بان نے اپنی کتاب ''تمدن عرب'' میں صفائی سے اس حیرت انگیزی کا اعتراف کیا ہے، ان کے الفاظ کا ترجمہ اردو میں یہ ہے:

''اس پیغمبر اسلام اس نبی امی کی بھی ایک حیرت انگیز سرگذشت ہے جس کی آواز نے ایک قوم نا ہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کے زیر حکومت نہ آئی تھی رام کیا، اور اس درجہ پر پہنچا دیا کہ اس نے عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر و زبر کر ڈالا، اور اس وقت بھی وہی نبی امی اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں بندگان خدا کو کلمہ اسلام پر قائم رکھے ہوئے ہے''

مسٹر وڈول جس نے قرآن مجید کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا ہے لکھتا ہے کہ:

''جتنا بھی ہم اس کتاب (یعنی قرآن) کو الٹ پلٹ کر دیکھیں اسی قدر پہلے مطالعہ میں اس کی نامرغوبی نئے نئے پہلوؤں سے اپنا رنگ جماتی ہے، لیکن فوراً ہمیں مسخر کر لیتی ہے، متحیر بنا دیتی ہے اور آخر میں ہم سے تعظیم کرا کر چھوڑتی ہے، اس کا طرز بیان باعتبار اس کے مضامین واغراض کے عفیف، عالی شان اور تہدید آمیز ہے اور جا بجا اس کے مضامین سخن کی غایت رفعت تک پہنچ جاتے ہیں، غرض یہ کتاب ہر زمانہ میں اپنا زور دکھاتی رہے گی'' (شہادۃ الاقوام ص ۱۳)

مصر کے مشہور مصنف احمد فتحی بک زاغلول نے ۱۸۹۸ء مسٹر کونٹ ہنروی کی کتاب ''الاسلام'' کا عربی ترجمہ عربی میں شائع کیا تھا، اصل کتاب فرنچ زبان میں تھی، اس میں مسٹر کونٹ نے قرآن کے متعلق اپنے تاثرات ان الفاظ میں ظاہر کیے ہیں:

عقل حیران ہے کہ اس قسم کا کلام ایسے شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہو جو بالکل امی تھا، تمام مشرق نے اقرار کر لیا ہے کہ نوع انسانی لفظاً و معناً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، یہ وہی کلام ہے جس کی بلند انشاء پردازی نے عمر بن خطاب کو مطمئن کر دیا، ان کو خدا کا معترف ہونا پڑا، یہ وہی کلام ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق اس کے جملے جعفر بن ابی طالب نے حبشہ کے بادشاہ کے دربار میں پڑھے تو اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسوں جاری ہو گئے اور بشپ چلا اٹھا کہ یہ کلام اسی سرچشمہ سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نکلا تھا (شہادۃ الاقوام ص ۱۴) (معارف القرآن ص ۱۶۳)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

# درس حدیث

تشریح :حدیث کا مضمون ظاہر ہے ،جس مقصد سے اس حدیث کو یہاں درج کیا گیا ہے اس کا تعلق حدیث کے صرف آخری جز سے ہے ،جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کی شہادت ادا کر کے اعلان فرمایا ہے کہ جو شخص بھی ان دو شہادتوں کو مخلصانہ طور پر ادا کرے اور شک وشبہ کی کوئی بیماری اس کے دل ودماغ کو نہ ہو اور اسی ایمانی حال میں اس کو موت آئے تو وہ جنت میں ضرور جائے گا۔

جو لوگ قرآن وحدیث کے محاورہ اور طرز بیان سے کچھ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر اللہ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت ادا کرنے کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایمان کو قبول کر لینا اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کو اپنا دین بنا لینا ہوتا ہے اور اسی لیے ان دو شہادتوں کے ادا کرنے کا مطلب ہمیشہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمانی دعوت کو قبول کر لیا اور اسلام کو اپنا دین بنا لیا۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ جو شخص لاالہ الااللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت ادا کر کے میری ایمانی دعوت کو قبول کر لے اور اسلام کو اپنا دین بنا لے اور اس بارہ میں وہ مخلص اور صاحب یقین ہو،تو اگر اسی حال میں وہ مر جائے گا تو جنت میں ضرور جائے گا۔

پس اگر کوئی شخص لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے،لیکن اسلام کو اپنا دین نہ بنائے ، بلکہ کسی اور دین ومذہب پر قائم رہے یا توحید ورسالت کے علاوہ دوسرے ایمانیات کا انکار کرے،مثلاً قیامت کو یا قرآن مجید کو نہ مانے تو وہ ہرگز اس بشارت کا مستحق نہ ہوگا۔

الغرض اس حدیث میں توحید ورسالت کی شہادت ادا کرنے کا مطلب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی ایمانی دعوت قبول کرنا اور اسلام کو اپنا دین بنانا ہے، اسی طرح جن حدیثوں میں صرف توحید پر اور صرف لا الــہ الا اللّٰہ کے اقرار پر جنت کی بشارت دی گئی ہے، ان کا مطلب بھی یہی ہے، دراصل یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایمان کو قبول کر لینے اور اسلام کو اپنا دین بنا لینے کے مشہور و معروف عنوانات ہیں، ان شاء اللہ اس کی کچھ مزید تفصیل اگلی حدیثوں کی تشریح میں بھی کی جائے گی۔

اس حدیث سے ضمنی طور پر اور بھی چند سبق ملتے ہیں:

(۱) اگر کوئی بڑا حتی کہ اللہ کا نبی و رسول بھی کسی معاملہ میں اپنی رائے ظاہر کرے، اور کسی صاحب رائے خادم کو اس میں مضرت کا کوئی پہلو نظر آئے تو وہ ادب کے ساتھ اپنی رائے اور اپنا مشورہ پیش کرنے سے دریغ نہ کرے، اور اس بڑے کو چاہیے کہ وہ اس پر غور کرے اور اگر وہی رائے بہتر اور انسب معلوم ہو تو اپنی رائے سے رجوع کرنے اور اس کو اختیار کرنے میں ادنیٰ تامل نہ کرے۔

(۲) دعا کا قبول ہونا اور بالخصوص اس قبولیت کا خرق عادت (۱) کی شکل میں ظاہر ہونا اللہ کی نشانیوں اور مقبولیت اور تعلق باللہ کی خاص علامتوں میں سے ہے جس سے مؤمنین کے انشراح صدر اور اطمینان قلبی میں ترقی ہونا برحق بلکہ نبوت کی میراث ہے (جیسا کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ شہادت پڑھنے سے ظاہر ہے) پس جن لوگوں کو اس طرح کے انعامات الٰہیہ کے تذکرہ سے بجائے انشراح کے انقباض ہوتا ہے، یا جو اس قسم کے خوارق کو طنز و تضحیک اور استخفاف اور استحقار کے لائق سمجھتے ہیں ان کے دل ایک بڑی بیماری کے بیمار ہیں۔

---

(۱) واضح رہے کہ خوارق کا ظہور تعلق باللہ اور مقبولیت عنداللہ کی نشانی جب ہے کہ صاحب واقعہ مومن اور صاحب صلاح و تقوی ہو، ورنہ اگر کسی کھلے کافر یا فاسق و فاجر یا کسی داعی ضلال سے ایسی کسی چیز کا ظہور ہو تو وہ دینی اصطلاح میں استدراج ہے اور کرامت اور استدراج میں یہی سہل الادراک اور ظاہری فرق ہے، اس ناچیز نے اپنی کتاب ''دین و شریعت'' میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

# ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم: حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی تصحیح: مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما

O فرمایا میں ڈاڑھی منڈانے والوں سے بھی بلا ظاہری استنکاف کے مل لیا کرتا ہوں فیروزپور کے ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں کوٹ پتلون اور ہیٹ کی وضع میں آنا چاہتا ہوں میں نے لکھ دیا کہ شوق سے آیئے آپ اگر ظاہری امراض میں مبتلا ہیں تو میں باطنی امراض میں گرفتار ہوں ایک مریض کی دوسرے مریض سے ملاقات میں کیا حرج ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ خانقاہ میں ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی، دوسری جگہ مناسب انتظام کردیا جائے گا تا کہ نہ آپ کو خانقاہ والوں سے اذیت ہو اور نہ ان کو آپ کی حالت سے وحشت لیکن وہ جب آئے تو بالکل ملا بن کر آئے۔

O فرمایا جو لوگ محض ملاقات کے لیے آتے ہیں ان سے خشونت برتنا نافع نہیں، البتہ اگر کوئی شخص مرید ہو یا زیر تربیت ہو تو اس پر بقدر ضرورت سختی بھی کرنا نافع ہے۔

O فرمایا آج کل میں اس کو دیکھا کرتا ہوں کہ صحیح طور پر مسلمانوں کی سچی محبت وحمایت کرنے والا کون ہے، مجھے ایسے شخص سے محبت ہو جاتی ہے۔

O فرمایا لوگ کہا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ حسن پرست تھے، مگر میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے پرستش تو معبود برحق کی ہوتی ہے، مرزا صاحب صرف خدا پرست تھے ہاں حسن پسند تھے یعنی لطافت مزاج ونظافت احساس کی وجہ سے ہر شے کو حسین وجمیل اور صاف ستھرا دیکھنا چاہتے تھے کسی آدمی کسی سن کسی چیز کی تخصیص نہ تھی (تذکرہ آب حیات میں آزاد نے مرزا صاحب کے جو حالات لکھے ہیں وہ قابل اعتبار نہیں۔ مرزا صاحب شیخ المشائخ ہیں۔۱۲، اسعد) مرزا صاحب میں یہ لطافت بچپن ہی سے تھی چنانچہ خوبصورت اور صاف لباس والے کی کود میں فوراً چلے جاتے تھے اور بدصورت میلے کچیلے کی کود میں ہرگز نہ جاتے تھے۔

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد سلیم سابق ناظم دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ

# حج کے پانچ دن

## تمہید

سب سے اہم اورضروری امر دلجمعی واطمینان اوردلی یکسوئی کے ساتھ تمام مقامات متبرکہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کوملحوظ رکھتے ہوئے زبان اورقلب کودرودشریف اوراستغفاروتلبیہ (لبیک کہنا)اورتلاوت قرآن سے مشغول رکھناچاہئے، خاص طورپرمواقع قبولیت دعامیں ماثور دعاؤں کاوردرکھنابہترہےفضول باتوں اورکسی کی ایذارسانی یا تکلیف دہی سے بچناچاہئے۔

ذی الحجہ کی ۷تاریخ یا ۸تاریخ کی شب میں احرام باندھ لیں، احرام کیلئے غسل کرکے خوشبولگاکرمسجدحرام میں آئیں اورطواف کریں"واجب طواف"پڑھنے کے بعددورکعت نفل احرام کی نیت سے پڑھیں، احرام کی نیت یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُالْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

اگرسعی پہلے کرناچاہیں تواحرام کے بعددوبارہ رمل (رمل کاطریقہ یہ ہے کہ چلنے میں جھپٹ کرجلدی اورزورسے قدم اٹھائیں، قدم قریب قریب رکھیں اورمونڈھوں کوہلاتے جائیں) اور اضطباع (اضطباع کاطریقہ یہ ہے کہ چادرکوداہنےمونڈھے کے نیچےسے نکال کردونوں کونوں کوبائیں مونڈھے پرڈالیں) کےساتھ طواف کریں مگر"طواف زیارت" کےبعدسعی کرناافضل ہے۔

## پہلا دن

ذی الحجہ کی ۸تاریخ کویوم ترویہ (تیاری کادن) طلوع آفتاب کے بعدمکہ مکرمہ سے منیٰ روانہ ہوجائیں اورمنیٰ میں پانچ نمازیں ظہر،عصر،مغرب،عشاء،فجرپڑھیں۔

## دوسرا دن

۹ذی الحجہ کی صبح کوبعدنمازفجرطلوع آفتاب کاانتظارکریں جب کچھ دھوپ نکل آئےتو سکون اوراطمینان کےساتھ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ کہتے ہوئےعرفات روانہ ہوجائیں،درودشریف،ذکرالٰہی اورتلبیہ کی

کثرت رکھیں، اگر طلوع آفتاب سے پہلے منیٰ سے روانگی ہوگئی تو جائز ہے مگر خلاف سنت ہے۔

عرفات میں جس جگہ چاہیں قیام کریں۔ زوال کے بعد وقوف عرفات یعنی حج کا وقت شروع ہوجاتا ہے اس وقت عرفات ہی میں رہنا ضروری ہے، زوال سے پہلے غسل کرنا افضل ہے ورنہ صرف وضو کرلیں، کسی وجہ سے اگر مسجد نمرہ جاسکیں تو اپنی جائے قیام پر ظہر اور عصر اپنے وقت پر جماعت سے پڑھیں اور جمع نہ کریں، اس صورت میں عصر کی نماز کو وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں۔

عرفات کا مبارک وقت اور مبارک دن بار بار نصیب نہیں ہوتا، اسی محدود وقت کا نام "حج" ہے، تجلیات و برکات کے اس پرنور دن کو غفلت ولاپرواہی سے نہ گذارنا چاہیے، دل و دماغ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان عظمت و کبریائی کا تصور قائم کرکے تلاوت قرآن، کثرت درود و تلبیہ اور ذکر و فکر میں اپنا عزیز وقت صرف کریں، اپنے اقارب واعزہ، احباب و متعلقین اور تمام مسلمانوں کیلئے بھی دعا کریں، قبولیت دعا کا یہ عجیب وقت ہوتا ہے، میدان عرفات میں اس دن جو دعا مانگی جائے گی وہ ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔

۹ ذی الحجہ کو وقوف عرفات فرض ہے، نویں تاریخ کو زوال کے بعد سے ۱۰ تاریخ کی فجر تک وقوف عرفات کا وقت ہے اس مدت میں تھوڑی دیر کیلئے بھی اگر کوئی عرفات میں پہنچ جائے تو وقوف صحیح ہوجائے گا ورنہ حج نہ ہوگا۔ میدان عرفات کے علاوہ کسی دوسری جگہ ٹھہرنے سے حج ادا نہ ہوگا، زوال کے بعد میدان عرفات میں مغرب تک وقوف واجب ہے۔

غروب آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوں، غروب آفتاب سے پہلے روانگی میں دم دینا واجب ہوگا، مگر مغرب کی نماز عرفات میں نہ پڑھیں بلکہ مزدلفہ میں پہنچ کر عشاء کے وقت میں مغرب وعشاء دونوں ایک اذان واقامت کے ساتھ پڑھیں اور دونوں نمازوں کے درمیان سنت اور نفل نہ پڑھیں بلکہ مغرب وعشاء کی سنت اور وتر عشاء کی نماز کے بعد حسب ترتیب پڑھیں اس کیلئے امام اور جماعت کی شرط نہیں، مزدلفہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ نماز مغرب وعشاء ملا کر یا علیحدہ علیحدہ پڑھ لی تو مزدلفہ پہنچ کر دوبارہ پڑھنی ہوگی، اگر راستہ میں اتنی دیر ہوجائے کہ طلوع فجر کا اندیشہ ہو تو مغرب وعشاء راستہ میں پڑھ سکتے ہیں، اگر مغرب کے وقت مزدلفہ پہنچ جائیں تب بھی نماز مغرب عشاء کے

وقت سے پہلے نہ پڑھیں ۔مزدلفہ کی رات برکات وانوار کی رات ہے جس قدر بھی ممکن ہوغنیمت سمجھ کر عبادت وذکر الٰہی میں مصروف رہیں ،بعض علماء کے نزدیک یہ رات شب قدر سے افضل ہے اس رات کا مزدلفہ میں گذارنا سنت مؤکدہ ہے،طلوع فجر کے وقت سے وقوف مزدلفہ کا وقت ہے اس کیلئے غسل کرنا مستحب ہے ،طلوع آفتاب تک یہاں دعااور ذکر الٰہی میں مشغول رہنا مسنون ہے،وقوف مزدلفہ واجب ہے خواہ تھوڑی سی دیر کیلئے کیوں نہ ہو۔

بلاعذر طلوع فجر سے پہلے روانگی یا طلوع آفتاب کے بعد مزدلفہ پہنچنے میں دم دینا واجب ہوگا،مزدلفہ میں ہر جگہ ٹھہر سکتے ہیں مگر مشعر حرام کے قریب ٹھہرنا افضل ہے،طلوع آفتاب سے کچھ پہلے سکون کے ساتھ منیٰ کی طرف روانہ ہوں،منیٰ میں رمی جمار (کنکری مارنا) کیلئے مزدلفہ سے پہلے دن کی سات کنکریاں لے لینا مستحب ہے، باقی دنوں کی رمی کے واسطے تر یسٹھ کنکریاں جہاں سے چاہیں اٹھائیں،کنکری کی مقدار بڑے چنے کی برابر ہو،جمرہ (شیطان) کے پاس سے کنکریاں نہ اٹھائیں۔

## تیسرا دن

۱۰تاریخ کو منیٰ میں پہنچ کر صرف جمرہ عقبہ کی رمی کریں ،رمی (کنکری مارنا) کا طریقہ یہ ہے کہ جمرہ کے سامنے کھڑے ہوکر داہنے ہاتھ سے پے در پے سات کنکریاں ماریں اور ہر دفعہ یہ دعا پڑھیں بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَجْماً لِلشَّيْطَانِ وَرِضاً لِلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجّاً مَّبْرُوْراً وَّسَعْياً مَّشْكُوْراً وَّذَنْباً مَّغْفُوْراً۔

اس رمی کے بعد لبیک نہ پڑھیں ،جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہوکر سب سے پہلے قربانی کر کے سر منڈوا کر یا بال کتروا کر احرام کھول ڈالیں ،قربانی کرنا متمتع اور قارن پر واجب ہے، مفرد پر مستحب ہے ،سر منڈانا افضل ہے ،قربانی اور سر منڈانے کے بعد ظہر سے پہلے مکہ مکرمہ آ کر طواف زیارت کریں یہ حج کا آخری رکن ہے اگر پہلے سعی نہ کی ہو تو سعی بھی کرلیں اور منیٰ واپس ہوجائیں،منیٰ میں رات گذارنا ضروری ہے،۱۰تاریخ کو طواف زیارت کرنا افضل ہے اگر نہ ہوسکے تو ۱۱یا ۱۲تاریخ کو طواف زیارت کرلیں۔

۱۲تاریخ کو غروب آفتاب سے قبل طواف زیارت کرنا ضروری ہے ''ایام نحر'' (قربانی

کے تین دن ) میں اگر طواف زیارت نہ کیا تو دم دینا ہوگا، پہلے دن ''جمرہ عقبہ'' کی رمی کا وقت فجر سے اگلے دن فجر تک ہے ،مگر مسنون اور افضل یہی ہے کہ رمی جمار (شیطان کو کنکری مارنا ) طلوع آفتاب کے بعد اور زوال سے پہلے ہو، کمزور و ناتواں اور پردہ نشین مستورات کیلئے تاخیر رمی میں کوئی حرج نہیں ورنہ بلا عذر رات کو ''رمی جمار'' (کنکریاں مارنا ) مکروہ ہے۔

## چوتھا اور پانچواں دن

۱۱/اور۱۲تاریخ کو تینوں جمرات کی رمی کریں جس کا وقت زوال کے بعد سے اگلے دن طلوع فجر تک ہے، زوال سے قبل رمی جمرات جائز نہیں، پہلے ''جمرہ اولیٰ'' جو (عام اصطلاح میں چھوٹا شیطان ) کی پھر ''جمرہ وسطی'' (درمیانی شیطان ) پھر ''جمرہ عقبہ'' (بڑا شیطان ) کی رمی کریں اور ہر کنکری کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں ۔۱۲تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے بلا کراہت منیٰ سے مکہ معظّمہ آسکتے ہیں، غروب آفتاب کے بعد آنا مکروہ ہے، اگر ۱۳تاریخ کی صبح کو آپ منیٰ میں ہوں تو پھر بغیر رمی کے آنا جائز نہیں۔

اب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے مکہ معظّمہ آجایئے ،خدا کے دربار میں حاضری کی عظیم الشان سعادت آپ کو حاصل ہوئی ، ساری عمر کی یہ دیرینہ تمنا اس کے فضل وکرم سے بخیر وخوبی پوری ہوئی ،تمام کارکنان وخادمان دارالعلوم حرم صولتیہ کی طرف سے بھی پر خلوص دلی مبارکباد قبول فرمایئے۔ دعا ہے کہ خداوند کریم کی دائمی رحمت شامل حال اور دین ودنیا کی نعمتیں ہمیشہ سب کو حاصل رہیں۔

## مقامات اجابت دعا

میدان عرفات، شب مزدلفہ، مزدلفہ میں وقت فجر کے بعد، رمی جمار کے بعد، جب کعبہ نظر آئے ،صفا، مروہ، مسعی ، مطاف ، مقام ابراہیم ،ملتزم، حطیم اور خاص طور پر ''میزاب رحمت'' کے نیچے، ہر بار زمزم پی کر، بیت اللہ کے اندر، حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان اور طواف وداع کے بعد۔ان خاص مقامات میں عاجزی وانکساری کے ساتھ دعا اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے، ان مواقع میں وہ خاص دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں اگر یاد نہ ہوں تو دعا واستغفار، درود اور کلمہ طیبہ زیادہ سے زیادہ پڑھیں اور مجھے بھی دعا میں نہ بھولیں۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

# حج اور عمرہ کا مختصر طریقہ

بعد الحمد والصلوٰۃ : گذارش آنکہ ہندوپاک سے حج کرنے والے حضرات چونکہ پہلے عمرہ اور پھر حج ادا کرتے ہیں جس کو ''حج تمتع'' کہا جاتا ہے اس لئے ذیل میں اس کا مختصر طریقہ لکھا جاتا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسان اور قبول فرمائیں، آمین۔

(۱) پاکستان سے عمرہ کا احرام باندھ کر نیت کریں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ۔

(۲) مکہ معظّمہ پہنچ کر عمرہ کریں، طواف کے سات چکر اضطباع کے ساتھ جس میں پہلے تین چکروں میں رمل کریں، طواف مکمل کر کے دو نفل واجب الطّواف ادا کریں۔

(۳) اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر لگائیں، سعی مکمل کر کے سر کے بال منڈائیں یا انگلی کے پورے کے برابر کٹوائیں، عمرہ مکمل ہوا احرام ختم ہوا۔ یاد رہے کہ احرام میں جو طواف کیا جائے اس میں حجر اسود کا بوسہ نہ لیں کیونکہ اس پر خوشبو ہوتی ہے اس سے دم لازم ہوگا۔

(۴) ۷/ ذی الحجہ کو گھر سے احرام باندھ کر معلم کے ہمراہ منیٰ جائیں، ۸/ کو منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ۹/ کی فجر کی نماز پڑھیں۔

(۵) ۹/ ذی الحجہ کو صبح عرفات جائیں وہاں ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کریں اور کھڑے ہو کر خوب دعائیں کریں، نمازوں کا طریقہ معلم الحجاج میں دیکھ لیں۔

(۶) غروب آفتاب کے بعد مغرب پڑھے بغیر عرفات سے نکل کر مزدلفہ جائیں اور وہاں عشاء کے وقت مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کریں، رات بھر دعائیں کریں، ۷۰ کنکریاں جمع کریں۔

(۷) ۱۰/ کو صبح فجر پڑھ کر تھوڑی دیر دعائیں کر کے منیٰ کو جائیں اور منیٰ میں صرف بڑے جمرہ کو ۷ کنکریاں ماریں، اس کے بعد قربانی کریں، پھر سر منڈا کر احرام اتار دیں، اس کے بعد حرم

جا کر طواف زیارت کریں اور حج کی سعی کریں۔

(۸)اس کے بعد منیٰ واپس آ جائیں اور ۱۱،۱۲کو زوال کے بعد تینوں جمروں کو ۷،۷ کنکریاں ماریں، پہلے چھوٹے کو پھر درمیان والے کو پھر بڑے کو، کنکریاں خود ماریں کسی دوسرے کو نہ مارنے دیں ورنہ دم لازم آئے گا۔

(۹)۱۲ر کی رمی کر کے واپس مکہ مکرمہ آ جائیں حج مکمل ہوگیا، اس کے بعد واپسی سے قبل طواف وداع ضرور کریں۔

(۱۰)معلم کے پروگرام کے مطابق مدینہ منورہ حاضری دیں اور اس کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوش نصیبی سمجھیں۔ آخر میں التجا ہے کہ اپنی دعاؤں میں اراکین وخدام جامعہ کو بھی یاد رکھیں۔

# تلبیہ

لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ، لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ۔

نوٹ: حجاج کرام اس تلبیہ کو زبانی یاد فرمالیں کیونکہ حج کے ایام میں موقع بموقع اس کو پڑھا جاتا ہے۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

# ہمارے دینی مدارس

## دین کے قلعے اور علوم دین کے سرچشمے ہیں

### اہمیت مدارس

یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان بنگلہ دیش اور بھارت کے طول وعرض میں لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے دینی مکاتب ومدارس کا موجودہ نظام ہماری دینی وملی ضروریات کے لیے بہت ہی ضرورت اور اہمیت کا حامل ہے،اس نظام کے ذریعہ لاکھوں مسجدوں اور ہزاروں مدارس میں مسلمانوں کو عمومی اور خصوصی دینی فوائد حاصل ہورہے ہیں اور کئی ہزار ائمہ اور اساتذہ تبلیغی اور تدریسی خدمات انجام دینے میں مشغول ہیں ۔یہ نہ تو سرکاری سرپرستی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں اور نہ ہی کسی امیر وکبیر شخصیت پر ان کا تکیہ ہوتا ہے بلکہ عام طور پر ان مدارس کا نظام عمومی چندوں اور مخیّر حضرات کے تعاون سے چل رہا ہے اور اس کا اصل سرمایہ توکل علی اللہ ہے۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ طلباء کی اتنی بڑی تعداد میں زیادہ تر طلباء مدارس میں اقامت پذیر ہوتے ہیں اور ان کے طعام وقیام وغیرہ کی ضروریات کا مدرسہ کفیل ہوتا ہے مگر نہ طلباء سے کسی فیس کے لینے کا تصور ہوتا ہے اور نہ کھانے اور رہائشی بل وصول کرنے کا۔

### مسلم قوم پر بزرگان دین کا احسان

قوم بحیثیت قوم مسلم ان علماء اور بزرگان دین کے زیر احسان ہے،جن اللہ کے نیک بندوں نے دینی خدمات کی خاطر اس نظام تعلیم کی بنیاد رکھی اور بسا اوقات خود بھوکوں رہ کر اور فاقہ کاٹ کر اسے پروان چڑھایا اور آج کل نا مساعد ہی نہیں بلکہ مخالف حالات میں بھی اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر اس نظام کو باقی رکھا۔اور آج بھی مسلمانوں کی دینی تعلیم وتربیت کی خاطر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر اس نظام کو جاری رکھے ہوئے ہیں ۔الحمدللہ یہ مدارس دینی

مقاصد کی تحصیل وتکمیل میں بلا خوف لومۃ لائم مشغول ہیں۔

## دینی مدارس کے نصاب تعلیم کا مقصد

دینی مدارس کے اس نصاب تعلیم کا اصل مقصد علوم قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کا تحفظ اوران کی اشاعت ہے،ان مدارس میں طلباء کواس لیے پڑھایا جاتا ہے کہ یہ علوم اسلامی محفوظ رہیں اورقرآنی مکاتب آباد رہیں اور مسلمانوں کونمازیں اورقرآن کریم پڑھانے والے ائمہ اور اساتذہ ملتے رہیں یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس میں انگریزی تعلیم کورواج نہیں دیا گیا،ورنہ انگریزی زبان دوسری زبانوں کی طرح ایک زبان ہے،اس کا سیکھنا سکھلانا فی نفسہ ممنوع نہیں ہےلیکن عام طور پرانگریزی تعلیم حاصل کر کے سرکاری ملازمت کوترجیح دیتے ہیں اور دینی مدارس سے فارغ ہوکراسی طرف چلے جاتے ہیں اورظاہر ہے کہ اس سے دینی مدارس کے قیام کا مقصد فوت ہوجاتا ہے کیونکہ دینی نصاب تعلیم کا اصل مقصدتو دینی تعلیم کے ذریعہ علوم دینیہ کا تحفظ اور ان کی تبلیغ واشاعت ہے،بحمداللہ ان مدارس سے فارغ التحصیل حضرات برصغیر کے طول وعرض میں دینی مدارس ومکاتب کے قیام کے فرض کی انجام دہی میں ہمہ تن مشغول رہے اورسرکاری ملازمتوں اورآسانیوں کی زندگیوں پرفقروفاقہ اورتنگی اورعسرت کی زندگیوں کوترجیح دی اوربقدر قوت لایموت مشاہرات پرقناعت کی اورمعاشرہ میں قرآن وحدیث کی تعلیم اوراسلامی عقائد ومعاشرت کوبرقراررکھا،ورنہ عالم اسلام ایک قصہ پارینہ بن چکاہوتا،صدقہ وخیرات ، گھرگھر سے مانگی ہوئی روٹیوں اورعام لوگوں کے چندوں کی بنیاد پرقائم ہونے والادینی مدارس کا یہ نظام برطانوی استعمار کی نظریاتی،فکری اورتہذیبی یلغاروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط حصارثابت ہوااوراس نظام نے نہ صرف برصغیر پاک وہندو بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے عقائد وافکارمعاشرت اوراسلامی علوم وفنون کی حفاظت کی بلکہ تحریک آزادی اورتحریک پاکستان کے لیےنظریاتی رہنماؤں اورکارکنوں کی جماعت بھی تیارکی جس میں حضرت مولانا محمودحسن ،مولانا حسین احمدمدنی ،مولانا شبیراحمدعثمانی ،مولاناظفراحمدعثمانی ،مفتی محمد شفیع دیوبندی ،مولانا عبدالحامد بدایونی،مولانا داؤدغزنوی وغیرہ اوران کے ہزاروں رفقاءکاربطورخاص قابل ذکر ہیں۔

## اگر یہ دینی مدارس نہ ہوتے!

اگر یہ دینی مدارس اور مساجد کا نظام نہ ہوتا تو عالم اسباب میں اسپین کی طرح برصغیر پاک و ہند میں بھی نعوذ باللہ اسلام اور اسلامی اقدار ایک قصہ پارینہ بن چکا ہوتا اور جس طرح دوقومی نظریہ پر تحریک پاکستان چلی اور پروان چڑھی اس کا نام ونشان بھی نہ ملتا۔ خداداد سلطنت پاکستان کی بنیاد اسی دینی مدارس کے نظام تعلیم نے ہی مہیا کی ہے اور اب بھی اسی دوقومی نظریہ پر یہ دولت پاکستان قائم ہے، اس نظام کو بدلنا دوقومی نظریہ اور پاکستان کی بنیاد کے مٹانے کی کوشش کرنے کے مترادف ہے۔

## مدارس کے بارہ میں علامہ اقبال مرحوم کی رائے

جن لوگوں کو انگریزوں کی تعلیم وتہذیب سے بطور وراثت کے حصہ ملا ہے اور انگریزوں کی تعلیم اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں وہ اس دینی نظام تعلیم اور دینی مدارس کی ضرورت وافادیت کو سمجھ نہیں سکے اگر وہ اپنے پیشوا اور مفکر پاکستان کے درج ذیل قول کو ہی غور وفکر سے ملاحظہ فرمالیتے تو ان مدارس کی ضرورت وافادیت ان کی سمجھ میں آجاتی، علامہ اقبال لکھتے ہیں:

''ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دو اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء اور باب الاخوین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا'' (دارالعلوم دیوبند نمبر ۹۴ء)

## فضلاء مدارس دینیہ

ہمارے دینی نظام تعلیم نے نہ یہ کہ ایسے رجال کار پیدا کیے ہیں جو ملک بھر میں پھیلی ہوئی مساجد اور مدارس کی ضروریات پوری کررہے ہیں (نوائے وقت ۹/مارچ ۱۹۹۵ء) بلکہ

زبردست ماہر علوم اسلامی اور قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کے معیاری علماء فقہاء تیار کیے اور علوم اسلام کے ایسے محقق تیار کیے ہیں جن کی کتابوں اور تحقیقات کو دیکھ کر علماء عرب ومصر حیرت زدہ اور ششدر رہ گئے ہیں مگر ہمارے بعض پروفیسر صاحبان اس کو ان کی قدر افزائی اور اپنے ملک کی عزت افزائی سمجھنے کی بجائے اپنی ناواقفیت کی وجہ سے ان دینی مدارس کی خدمات کو صرف مساجد کی امامت اور مدارس کی تدریس کے محدود پیمانہ سے ہی ناپنا چاہتے ہیں اور ان کا مبلغ علم اسی طرز سے پرکھنا چاہتے ہیں، دینی مدارس کی خدمات سے اس درجہ ناواقفیت صاحبان علم کے لیے کچھ اچھا تاثر پیدا نہیں کرتی ،اس سے بڑھ کر بڑی ہی حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ صاحبان ان مدارس کے فارغ التحصیل علماء پر عربی میں بولنے اور لکھنے پر قدرت نہ ہونے کا طعنہ دیتے نہیں تھکتے اس کے جواب میں اس کے سوا کیا عرض کیا جائے ۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ

دینی مدارس کے ان حضرات علماء کی عربی تصانیف کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اس کے لیے مستقل مقالہ کی ضرورت ہے ۔

## مدارس دینیہ کا فیض

فرض کیجئے اگر معاشرہ میں علماء کرام کی پزیرائی نہیں ہوئی اور عوام اپنی جہالت وناواقفیت یا دوسرے اقتصادی اسباب کی بنا پر اعلیٰ علمی قابلیت رکھنے والے اہل علم کی بجائے برائے نام تعلیم یافتہ ،یا متوسط تعلیم یافتہ حضرات سے کام چلا رہے ہیں تو یہ سوچنے کی بات ہے کہ یہ صورت حال کسی کے لیے قابل ستائش نہیں (نوائے وقت )

یہ تو عوام کے اپنے انتخاب کی کوتاہی ہے ،اس کا یہ مطلب سمجھ لینا کہ ملک میں صرف ۲۰ رفیصد ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں کسی بڑے ہی تعلیم یافتہ کے سمجھنے کی بات ہے ،اگر لوگ اعلیٰ تعلیم یافتوں سے کام نہ لیں یا کام نہ کرسکیں تو اس کا یہ مطلب کیسے سمجھ لیا گیا کہ ملک میں اعلیٰ تعلیم یافتہ سبھی ۲۰ فیصد ہی ہیں ۔

پھر یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ یہ اعلیٰ اور متوسط اور برائے نام تعلیم یافتہ جو بھی ہیں

سب کے سب انہی دینی مدارس کا فیض ہے جن سے اس ناقص برائے نام سروے کے مطابق جو جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں ہوا 80 ہزار مساجد و مدارس آباد ہیں، یہ کسی یونیورسٹی اور کالج کے فاضل نہیں جن پر قومی خزانہ سے اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں، پھران کے نتائج امتحان پر غور کرلیا جائے کہ کس قدر معیاری آتے ہیں وہ کس قدر قابل ستائش ہیں اور سرکاری ملازمین سفارش و رشوت سے اس معیاری قابلیت کے بھرتی ہوتے ہیں اور اعلیٰ قابلیت کے ریڑھی لگانے پر مجبور ہورہے ہیں؟

پھر ہر شخص اپنے وسائل و ذرائع کے مطابق سعی و کوشش کا مکلّف ہے، قرآن کریم میں ہے لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا ہر شخص کو اپنی وسعت کے موافق مکلّف کیا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ ساڑھے نوسو سال تعلیم و تبلیغ کے نتیجہ میں وما آمن معہ الا قلیل ان کے ساتھ صرف قلیل ہی ایمان لائے تھے۔

## نصاب تعلیم پر بے جا اعتراض

دینی مدارس پر اعتراض ہے کہ قرآنی تعلیم کو اس کا اصل مقام نہیں دیا گیا معترض ماشاء اللہ خود تو ماہر علوم قرآنی ہیں مگر ان کی نظر اس پر نہیں گئی کہ نتیجہ اسباب پر موقوف نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان علیك الا البلاغ آپ پر صرف ابلاغ ہے فرما کر تسلی دی گئی ہے۔ بس ہر شخص اس کا مکلّف ہے کہ اپنی استطاعت کے موافق ابلاغ میں کوتاہی نہ کرے نتیجہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، بندہ اس کا مکلّف نہیں ہے نہ جواب دہ ہے۔

یہ کتنی خلاف حقیقت بات لکھ دی کہ اس دینی نصاب میں قرآن تعلیم کو اس کا اصل مقام نہیں دیا گیا (نوائے وقت) اصل میں یہ غلط بات سنی سنائی معلومات پر لکھ دی گئی ورنہ قرآن کریم کے لفظی تعلیم و معنی و مطلب سمجھنے پر جتنی اہمیت اس نصاب میں دی گئی ہے اتنی کسی بھی دوسرے مضمون پر نہیں دی گئی اور بلاشبہ یہ مضمون اس قدر توجہ کا حق دار بھی ہے۔

## دینی مدارس کا طریقہ تدریس اور ماہرین تعلیم کا تجربہ

پہلے قرآن کریم کے الفاظ کی تصحیح کرائی جاتی ہے اور تین چار سال میں اس کو حفظ کرایا

جاتا ہے کیونکہ قرآن لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے اس وقت ہمہ تن اس کے حروف کے ادا کرنے اور محفوظ و یاد کرنے کی طرف توجہ ہوتی ہے اس کے ترجمہ کی طرف توجہ نہیں دی جاتی کہ ایک وقت میں ایسے دو کام جن میں پوری توجہ کی ضرورت ہے اعلیٰ طریقے سے انجام نہیں پا سکتے، اور بچہ کے ذہن و دماغ پر لفظوں کے یاد کرنے اور معنی کے سمجھنے کا بیک وقت بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔

ماہرین تعلیم کے تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ پانچ چھ سال کے بچے کے دماغ میں ابھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ ترجمہ کو بھی صرف لفظوں کی طرح زبانی ہی یاد کرے گا اس لیے عقلی و طبعی ترتیب یہی ہے کہ پہلے بچے کو الفاظ یاد کرائے جائیں اس کے بعد ترجمہ پڑھایا جائے۔ چنانچہ ہمارے دینی مدارس کے نصاب میں قرآن کریم کو ناظرہ یا حفظ تعلیم کے بعد کچھ صرف و نحو اور قواعد عربیت پڑھا کر ترجمہ قرآن پڑھانا شروع کیا جاتا ہے تاکہ اس کو معلوم ہو کہ ''یعلمون'' کا ترجمہ وہ جانتے ہیں اور ''یعملون'' کا ترجمہ وہ عمل کرتے ہیں کیوں کیا گیا ہے؟

پھر یہ لفظی ترجمہ ہر سال دس دس پارے کر کے تین سال میں پڑھایا جاتا ہے اور ہر سہ ماہی پر امتحان لیا جاتا ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ ترقی کی صورت میں تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی پڑھائی جاتی ہے جو کہ نصاب میں داخل ہیں۔

اس اہتمام کے ساتھ ترجمہ و تفسیر پڑھانے کے انتظام کے باوجود اگر کوئی اس سے استفادہ نہ کرے تو اس میں علماء کی عدم توجہی کو مورد الزام قرار دینے کا کیا موقع ہے اور اس لکھنے کا کیا موقع ہے کہ ''ہر مسجد میں ناظرہ قرآن حکیم پڑھانے کا انتظام ہے لیکن ناظرہ پڑھا کر طالب علم کو چھوڑ دیا جاتا ہے آخر ترجمہ کیوں نہیں شروع کر دیا جاتا اس میں کیا رکاوٹ ہے سوائے اس کے کہ اس طرف ہمارے علماء کی توجہ نہیں'' (نوائے وقت ملی ایڈیشن ۹ مارچ ۱۹۹۵ء)

## سرکاری اور دینی مدارس کے دینی نظام تعلیم کا موازنہ

ناظرین غور فرمائیں کہ اس میں علماء پر بے توجہی کا الزام کس قدر خلاف حقیقت ہے کیا ناظرہ پڑھا کر طالب علم کو جبراً چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کو ترجمہ پڑھانے سے انکار کر دیا جاتا ہے؟ آخر اس میں علماء کا کیا قصور ہے؟ بلکہ یہ آپ کے ہی نظام تعلیم کی برکت ہے کہ وہ طالب علم

کوآگے ترجمہ وتفسیر کی طرف جانے نہیں دیتا، اور طلبہ کے سرپرست ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم پر ہی کفایت کر کے سرکاری مدارس میں بچوں کو داخل کرا دیتے ہیں حالانکہ اس دوران ان کو اتنی اردو لکھنے پڑھنے کی شناخت ہو جاتی ہے وہ تیسری بعض چوتھی جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی ائمہ مساجد کا ہی فیض ہے کہ ملازمتوں کے لالچ میں طلبہ کو قرآن کریم کی لفظی تعلیم اور اس کی برکت سے مستفید ہونے کا موقع دیدیا ہے اور ان کے ذریعہ رمضان المبارک اور غیر رمضان میں ہزاروں مساجد قرآن کریم کی آواز سے گونجتی ہیں ورنہ سرکاری مدارس میں مڈل تک جو قرآن کریم کی تعلیم کا حال ہے وہ پروفیسر حضرات کو خوب معلوم ہوگا کہ اکثر بے پڑھے ہی سارٹیفکیٹ جاری کر دیے جاتے ہیں اور بہت سے مدارس میں سرے سے اساتذہ کا ہی تقرر نہیں ہوتا یا اساتذہ ہوں گے مگر وہ خود ہی پڑھے ہوئے نہیں ہوتے یا غلط پڑھے ہوئے ہوتے ہیں اگر کوئی صحیح پڑھانے والا بھی ہو تو اس کے لیے وقت ہی کتنا دیا جاتا ہے اس سے ان حضرات کے دلوں میں قرآن کریم کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ جو دینی اور دنیوی دو متوازی نظامہائے تعلیم کو مٹا کر ایک کرنا چاہتے ہیں ان کا منشاء اس کے سوا کچھ نہیں کہ دینی تعلیم اور قرآن وسنت کی تفہیم کو ختم کر کے صرف ایک دنیوی نظام تعلیم باقی رہ جائے۔

کیا وہ قرآن کریم کا سارٹیفکیٹ قرآن کا ترجمہ اور تفسیر پڑھا کر دیتے ہیں اور ان کے ذریعہ مساجد اور دینی مدارس کی رونق میں اضافہ ہوا ہے؟۔

## جاہلیت کا پرانا نظریہ

اب رہا یہ سوال کہ کیا دینی مدارس کا نظام اس قابل ہے کہ کوئی کھاتا پیتا پڑھا لکھا شریف آدمی اپنے بچے کو وہاں بھیجے؟ (نوائے وقت ۱۶ مارچ ۱۹۹۵ء)

یہی وہ پرانا جاہلیت اولیٰ کا نظریہ ہے جس کو قرآن کریم نے بیان فرما کر اس کی تردید کی ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون

وجهه ولا تعد عينك عنهم تريد زينة الحياة الدنيا (پ ۱۵)

ترجمہ: اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہیں اس کے منہ کے اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی دنیا کی۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ف ۶: یعنی اس کے دیدار اور خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائما عبادت میں مشغول رہتے ہیں مثلاً ذکر کرتے ہیں قرآن پڑھتے ہیں، نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں حلال اور حرام میں تمیز کرتے ہیں، خالق ومخلوق دونوں کے حقوق کو پہچانتے ہیں کو دنیوی حیثیت سے معزز اور مالدار نہیں۔ جیسا صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس وقت عمار، صہیب، بلال، ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے ایسے مؤمنین ومخلصین کو اپنی صحبت ومجالست سے مستفید کرتے رہیے اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔

ف ۷: غریب شکستہ حال مسلمین کو چھوڑ کر موٹے موٹے متکبر دنیا داروں کی طرف اس غرض سے نظر نہ اٹھایئے کہ ان کے مسلمان ہوجانے سے دین اسلام کو بڑی رونق ہوگی، اسلام کی اصل عزت اور رونق مادی خوشحالی اور چاندی سونے کے سکوں میں نہیں، مضبوط ایمان وتقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی سے ہے، دنیا کی ٹیپ ٹاپ محض فانی اور سایہ کی طرح ڈھلنے والی ہے، حقیقی دولت تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی ہے جسے نہ شکست ہے نہ زوال ہے (تفسیر عثمانی ص ۳۸۴)

کفار کا مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھنے والے اس قابل نہیں ہیں کہ کوئی شریف آدمی ان کے پاس بیٹھ کر تعلیم نبوی حاصل کرے اس لیے ہم شرفاء کے لیے تعلیم کے لیے علیحدہ مجلس کا انتظام ہونا چاہیے۔ جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمادیا گیا کہ آپ انہی نیک لوگوں کے ساتھ مجلس رکھیں اور بزعم خود ان شرفاء کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے۔

دوسری آیت میں ہے:

ولا تمدن عينيك الىٰ ما متعنا به ازوجا منهم زهرة الحياة الدنيا

لنفتنهم فيه ورزق ربك خير وابقى (پ۱۶)

ترجمہ: اور مت پسارا اپنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی کی ان کے جانچنے کو اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی۔

تشریح بنسے: یعنی دنیا میں قسم قسم کے کافروں مثلاً یہود و نصاریٰ، مشرکین، مجوس وغیرہ کو ہم نے عیش و تنعم کے جو سامان دیے ہیں ان کی طرف آپ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے (جیسے اب تک نہیں دیکھا) یہ محض چند روزہ بہار ہے جس کے ذریعہ سے ہم ان کا امتحان کرتے ہیں کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے جو عظیم الشان دولت حق تعالیٰ نے (اے پیغمبر) آپ کے لیے مقدر کی ہے، مثلاً قرآن کریم، منصب رسالت، فتوحات عظیمہ، رفع ذکر اور آخرت کے اعلیٰ ترین مراتب اس کے سامنے ان فانی اور حقیر سامانوں کی کیا حقیقت ہے آپ کے حصہ میں جو دولت آئی وہ ان کی دولتوں سے کہیں بہتر ہے، اور بذات خود یا اپنے اثر کے اعتبار سے ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، بہرحال آپ نہ ان کی تکذیب و اعراض سے مضطرب ہوں نہ ان کے ساز و سامان اور مال و دولت کی طرف نظر التفات اٹھائیں (تفسیر عثمانی ص ۴۱۶)

کیونکہ ایسے لوگوں کا تو یہ دستور ہی ہے کہ ہمیشہ ایسے لوگوں نے ایسے ہی حیلے پہلے کیے۔ قوم نوح علیہ السلام نے کہا: قالوا انؤمن لك واتبعك الارذلون۔

اگر اب بھی یہ لوگ کہیں کہ دینی مدارس کا نظام اس قابل نہیں ہے کہ کوئی کھاتا پیتا پڑھا لکھا شریف آدمی اپنے بچے کو وہاں بھیجے تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔

## شرفاء و امراء کا دینی نظام تعلیم سے منسلک ہونا

باقی رہا یہ سوال کہ اس کام کے لیے جو مالی معاوضہ اور سہولتیں یہ نظام تعلیم دیتا ہے کیا وہ اس قابل ہے کہ لوگ اس کے لیے اپنی اولاد وقف کر دیں سوائے غریب اور مجبور لوگوں کے (نوائے وقت)

پروفیسر صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور یا اسی طرح کے دینی مدارس میں تشریف لا کر سروے فرمانے کی اگر تکلیف فرمائیں کہ ان مدارس میں کتنے اونچے گھرانوں کے شرفاء دینی تعلیم

حاصل کررہے ہیں تو امید ہے کہ وہ اس تحریر سے رجوع کرلیں گے اور ان کو معلوم ہوجائے گا کہ محض اللہ کے دین کے سیکھنے اور سکھلانے کا مقصد لے کر بہت سے کھاتے پیتے گھرانوں کے شریف بچے بھی ان دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور کوئی مستقبل کا معاشی مسئلہ ان کے اس عزم کی پختگی اور پائے استقلال میں لغزش نہیں آنے دیتا، یہ مفروضہ خلاف واقعہ ہے اور کلیہ نہیں ہے گو ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ انتخاب میں غلطی کرجاتے ہیں مگر پروفیسر صاحب کے علی الرغم بہت بڑی تعداد امراء اور شرفاء کی اولاد کی بھی دینی تعلیم کے لیے وقف ہے۔

پھر اگر ان کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی تجویز زیر غور ہو تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں یہ ایک انتظامی معاملہ ہے خواہ مخواہ اس کو اچھال کر لوگوں کو بددل کرنے کا کیا مقصد ہے؟ آپ اپنے گریجویٹ اور فارغین کا فکر کریں وہ ملازمت کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے ہیں اور ریڑھی لگانے پر مجبور ہورہے ہیں دینی مدارس کے طلباء کو اپنے حال پر رہنے دیں۔

اسی طرح نصاب کا معاملہ تجربہ کار اساتذہ کی کمیٹی کے سپرد ہے وہ اس پر غور کرکے تبدیلی کی سفارش کرتی رہتی ہے اور حسب ضرورت اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے مگر پروفیسر حضرات جمع خاطر رکھیں کہ اس معاملہ میں ان حضرات کی کسی رائے کی کوئی قدر و قیمت نہیں نہ ان کے دخل در معقولات اور واویلا کرنے سے کوئی فائدہ متصور ہے، ہر فن میں رائے اس فن کے جاننے والے کی معتبر ہوتی ہے علاج معالجہ کے بارہ میں کسی ماہر وکیل کی رائے یا لاء و قانون کے معاملہ میں کسی ڈاکٹر کی رائے کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اسی طرح دینی مدارس کے نصاب میں اس تعلیم کے ماہرین کی رائے کا اعتبار ہوگا اس لیے ہماری گزارش ہے:

ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

## ارباب اقتدار کا وطیرہ

قیام پاکستان سے آج تک جو طبقہ اقتدار پر قابض رہا جمہوریت کا دور ہو یا مارشل لاء کا، سکندر مرزا کا دور ہو یا ایوب خان کا، بھٹو کا دور ہو یا ضیاء الحق کا، ہمیشہ اس کی یہ کوشش رہی ہے کہ وطن عزیز کو دیندار طبقہ سے دور اور متنفر رکھا جائے، ملک وملت کا کوئی اہم مسئلہ ان کی توجہ کا

اتنا مرکز نہیں رہا جتنا علماء کرام اور دینی اداروں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا ان کا ہدف رہا ہے، مغربیت زدہ یہ طبقہ ہمیشہ کی طرح آج بھی علماء کرام کو بدنام کرنے کے لیے ہر طرح کے حربے استعمال کر رہا ہے اور ان کی کردار کشی کے لیے گھٹیا سے گھٹیا طریقہ سے بھی اجتناب نہیں کیا جاتا۔

آج کل جو دینی مدارس کے خلاف مہم چلا رکھی ہے وہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے شاید یہ مہم جو طبقہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ اپنی پھونکوں سے ہدایت کی روشنی کی ان شمعوں کو گل کر دیں گے ہدایت کے ان میناروں کے نور بجھا دیں گے اور وطن عزیز میں مکمل طور پر مغربیت کا سیاہ دور لانے میں کامیاب ہو جائیں گے، ایسے لوگوں کا یہ خیال خام ہے ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی یہ سعی اور سوچ لاحاصل ہے:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

## حفاظت دین کی ذمہ داری

ہمارے یہ دینی مدارس حق تعالیٰ کے کارخانہ حفظ دین کے شعبے ہیں دین کی حفاظت کا کارخانہ کسی مولوی ملا کے سپرد نہیں کہ اس کا مقابلہ کیا جا سکے، یا اس کو مٹایا جا سکے، اس کارخانہ کا نظام اس پاک ذات نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے جس نے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کا اعلان فرمایا ان کی حفاظت کا خود ذمہ اٹھایا ہوا ہے اور نہ صرف مدارس کی حفاظت کی ذمہ داری لی بلکہ ان کے محافظین علماء کرام اور طلباء عظام اور ان کے معاونین کی بھی ذمہ داری لے لی۔

یہ دینی مدارس حفاظت دین کے قلعے اور علوم دین کے سرچشمے ہیں، یہ خود اور ان کے معاونین علماء اور طلباء قیامت تک باقی رہیں گے ان کو کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی۔

واللّٰہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

۲۴ رشوال المکرم ۱۴۱۵ھ

فقیہ العصر مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

# سود کی غلط تشریح

## زمین کو بٹائی پر دینا اور مکان کرائے پر چڑھانا درست ہے

روزنامہ جنگ لاہور ۲؍نومبر ۱۹۸۱ء میں شائع شدہ مضمون ''سود کی مصطفوی تشریح'' نظر سے گزرا۔ مضمون نگار نے زمین کو بٹائی پر دینے اور مکان کرائے پر چڑھانے کو سود قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں مضمون نگار نے سوشلسٹ نظام معیشت کا یہ اصول کہ معاوضہ محنت کا ہونا چاہیے سرمایہ کا معاوضہ درست نہیں بیان کرتے ہوئے اس کو اسلام کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ سرخی جمائی ہے کہ ''بغیر محنت کے کمایا ہوا روپیہ سود کی آمدن میں شمار ہوتا ہے''۔ اسی اصول کی بنا پر موصوف کے نزدیک مالک زمین کو زمین کی پیداوار کا حصہ اور مالک مکان کو مکان کا کرایہ لینا درست نہیں ہے۔ سوشلسٹ نظام کا اگر مذکورہ اصول تسلیم کرلیا جائے تو پھر تجارت اور مضاربت کو اسلام سے خارج کرنا پڑے گا اس لیے کہ تجارت میں معاوضہ سرمایہ کا ہی ہوتا ہے محنت کا نہیں ہوتا اور مضاربت میں بھی ایک شخص سرمایہ لگاتا ہے اور دوسرا محنت کرتا ہے اور نفع میں نسبت کے تعین کے ساتھ دونوں شریک ہوتے ہیں۔ مال کا مالک سرمائے کا معاوضہ لیتا ہے محنت اور سرمایہ کے اشتراک کی اسلام میں یہ ایک معروف ومشہور صورت ہے اس سے واضح ہے کہ سرمائے کا نفع اسلام میں کسی شک وشبہ کے بغیر درست ہے اور مضمون نگار کا معاوضے کو محنت کے ساتھ مخصوص کردینے کا نظریہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ اشتراکی نظریہ کو اسلامی تعلیمات کے ہم آہنگ کرنے کی یہ ایک بھونڈی مثال ہے۔

موجودہ دور میں مروجہ اشتراکی اور سرمایہ دارانہ نظام ہائے معیشت بنیادی طور پر اسلامی نظام کے خلاف اور اس کی ضد ہے۔ اسلام اپنی امتیازی خصوصیات کے اعتبار سے ان دونوں نظاموں سے بالکل مختلف اور جداگانہ حیثیت کا حامل ہے مگر ہمارے یہاں ایک طبقہ کی برابر یہ کوشش جاری ہے کہ سرمایہ داری نظام کے بالمقابل کسی نہ کسی طرح اشتراکی نظام کو ہی اسلامی

نظام کی جگہ قرار دے دیا جائے ۔اس لیے پاکستان میں جب بھی نظام اسلام کے لیے کوئی قدم اٹھایا جاتا ہے اوراس ملک کے مقصد قیام کی طرف جب بھی پیش قدمی کی جاتی ہے تو اس طبقہ کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اشتراکی نظام کو اسلام کے ہم آہنگ کر کے دکھلایا جائے اوراسلام میں سوشلزم کا پیوند لگا دیا جائے زیر تبصرہ مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

مضمون نگار نے لکھا ہے کہ ''ایسے تمام معاملات کہ جن میں بغیر کسی محنت کے منافع حاصل ہوں مثلاً آڑھت کا کاروبار اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود قرار دے دیا'' حالانکہ آڑھت کی ناپسندیدگی اور کراہت بعض علماء کے نزدیک اس وجہ سے ہے کہ وہ عقد اجارہ ہے اور عقد اجارہ میں مدت عمل کا تعین ضروری ہے تا کہ اس کی نسبت سے معاوضہ مقرر ہو کر درست ہو سکے اور آڑھت میں چونکہ مدت عمل متعین نہیں ہوتی اس لیے اس کو ناپسند کیا گیا ہے ۔اگر عقد اجارہ کی تمام شرائط کا لحاظ کر کے یہ عقد کیا جائے تو درست ہے۔

مضمون نگار نے اس کی کراہت کی وجہ اس میں بغیر محنت کے نفع حاصل ہونا قرار دیا ہے یہ وجہ ان کی خود تراشیدہ ہے اور طبع زاد ہے اور حقیقت کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ آڑھتی اپنی آڑھت کے عمل اور محنت کا معاوضہ لیتا ہے اس کو بغیر محنت کے نفع حاصل کرنا کس کی سمجھ میں آ سکتا ہے ۔پھر اگر کسی شخص کو کسی چیز کے بیچنے کا وکیل بنا دیا جائے اور وکیل کو اس کے کام کی اجرت دی جائے تو کیا یہ وکالت ہمارے مضمون نگار کے نزدیک نا جائز ہوگی ؟اور اس کو بغیر محنت کے نفع حاصل کرنا کہا جائے گا؟ اگر ایسا ہے تو پھر تو تمام باب وکالت ہی بند ہو جانا چاہیے۔

اسی طرح حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مزارعت کی جس صورت کا ممنوع ہونا معلوم ہوتا ہے وہ ایک خاص صورت ہے اس سے مزارعت کی تمام صورتوں کا نا جائز ہونا ثابت نہیں ہوتا ۔نا جائز صورت یہ ہے کہ مالک زمین کے لیے کوئی معین حصہ پیداوار مقرر کر دیا جائے مثلاً اس کھیت کا پیدا شدہ دس من مالک زمین لے گا یا وہ فلاں معینہ قطعۂ زمین کی پیداوار لے گا ۔مزارعت کی یہ صورت سب کے نزدیک نا جائز ہے اور حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بھی مطلب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث زیر سے واضح ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پہنچی تو لوگوں کے پاس غرض تحقیق گئے اور حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کے کرائے پر دینے سے منع کیا ہے تو اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنے کھیتوں کو اس پیداوار کے عوض کرائے پر دیتے تھے جو پانی کی نالیوں سے قریب پیدا ہوا اور کچھ بھوسے کے عوض (بخاری ج ۱)

مطلب واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اجارے زمین سے منع فرمایا ہے اس سے مراد ایسی صورت ہے جس میں زمین کے معین قطعے یا معین چیز کی شرط لگائی گئی ہو کیونکہ یہ شرط فاسد ہے اور شرط فاسد سے طے ہونے والا معاملہ چونکہ فاسد اور بحکم ربوا ہے اس وجہ سے زیر تبصرہ مضمون میں نقل کردہ حدیث رافع میں اس عقد مزارعت کو فسخ کرنے کا حکم فرمایا گیا اور اس کو ربوا قرار دیا گیا۔ غرضیکہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مزارعت کی اس صورت کا ناجائز اور ربوا ہونا ثابت نہیں ہوتا جس میں پیداوار کا کوئی حصہ متعین نہ کیا گیا ہو اور نہ ہی زمین کا کوئی قطعہ مقرر کیا گیا ہو بلکہ کل پیداوار میں سے جزء مشاع آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ حصے پر معاملہ کیا گیا ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد اس کی اراضی اور باغات کو مجاہدین میں تقسیم کر کے یہود خیبر کے ساتھ نصف پیداوار پر معاملہ طے فرمایا تھا خیبر کے اس معاملے سے جواز مزارعت پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی استدلال فرمایا ہے جیسا کہ امام طحاوی نے نقل کیا ہے۔

اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انصار مدینہ نے جب اپنے باغوں کو مہاجرین پر تقسیم کرنے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روکنے پر انصار مدینہ نے مہاجرین کو ان کی محنت اور مزدوری کے بدلے میں پیداوار میں شریک کر لیا تھا (بخاری ج ۱ ص ۳۱۲) اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ مہاجرین کو باغوں میں محنت اور کام کرنے کے عوض پیداوار میں شریک کیا گیا اور انصار مدینہ مالک زمین ہونے کی وجہ سے پیداوار کے حصے کے حق دار قرار پائے۔

اب اگر یہ اشتراکی اصول تسلیم کر لیا جائے کہ بغیر محنت کے کمایا ہوا روپیہ سود کی آمدن میں شمار ہوتا ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار مدینہ کے بارے میں ہمارے مضمون

نگار کیا حکم صادر کریں گے جو بغیر محنت کے اپنے زمین کی ملکیت کا حصہ وصول کرتے رہے؟ کیا اس آمدنی کو بھی اس اشترا کی اصول کے مطابق سود کی آمدنی قرار دے دیا جائے گا؟ ہمارے خیال میں ایسی جسارت کوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔

اس تحریر بالا سے واضح ہوگیا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ ''جو مخابرہ کے معاملے کو نہ چھوڑے اس کو اللہ اور رسول کے ساتھ جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے'' میں مخابرہ سے مزارعت کی وہی صورت مراد ہے جس کا ذکر اوپر آچکا مگر اس سے مزارعت کی ہر صورت کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ مضمون نگار نے اس حدیث سے اس کو ثابت کرنا چاہا ہے۔

مضمون نگار نے لکھا ہے کہ سرمایہ داری کا دوسرا ذریعہ کرائے کے مکانات تھے یہ مکانات زیادہ تر مکہ شریف میں واقع تھے کیونکہ وہ ایک بین الاقوامی شہر تھا جہاں لوگ حج اور تجارت کے مقاصد کے لیے آتے جاتے تھے آپ نے مکے شریف کے مکانوں کا کرایہ بھی سود قرار دے کر مسلمانوں کو اس کے لینے سے منع کردیا اور فرمایا کہ جس نے مکے شریف کی دکانوں کا کرایہ کھایا اس نے گویا سود کھایا (ہدایہ ص ۴۵۷)

ناظرین کے سامنے یہ عبارت پوری پیش کردی گئی ہے اس سے ہر صاحب فہم سمجھ سکتا ہے کہ مکے شریف کے مکانات کو کرایہ پر دینے کی ممانعت اس بنا پر کی گئی ہے کہ حج کے دنوں میں حاجیوں کو تکلیف نہ ہو مگر اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ موسم حج کے علاوہ اور دنوں میں بھی مکے شریف کے مکانات کو کرایہ پر دینے ممنوع ہیں اور اس سے بڑھ کر مضمون نگار کا مدعا تو کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوسکتا کہ ''ہر جگہ کے مکانات کو کرائے پر چڑھانا سود ہے''۔ اس لیے کہ مکے شریف کی طرح نہ تو دنیا کے دوسرے تمام شہر بین الاقوامی حیثیت کے حامل ہیں اور نہ ہی ایام حج کی طرح دوسرے شہروں میں ایک فرض حج کی ادائیگی کے لیے لوگوں کے قیام کی حاجت ہوتی ہے یہ بھی خیال رکھنے کی بات ہے کہ مکے شریف کے مالک مکانات کو اپنے مکانات کی بیع وشراء جائز ہے اور حسب قواعد شرعیہ ان کو شفعے کا حق بھی حاصل ہے تو ایسی صورت میں ان کے لیے اپنے مکانات کو کرایہ پر دینا کیسے ممنوع ہوسکتا ہے؟۔

یادرفتگاں مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

# حضرت مولانا محمد یوسف خان پلندری رحمہ اللہ تعالیٰ

شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ کی تیسری شب برادرم مولانا طاہر مسعود صاحب زید مجدہم کے فون سے معلوم ہوا کہ پلندری آزاد کشمیر کے مشہور بزرگ حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب بھی انتقال فرما گئے ہیں اوران کا جنازہ کل ظہر کے بعد ہوگا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

چند سال پہلے جامعہ حقانیہ کے درجہ تخصص میں عزیز مولوی ظفر احمد کشمیری سلمہ زیر تعلیم رہے حضرت مولانا مرحوم کے ادارہ میں انہوں نے پڑھا تھا وہاں کے علماء کرام اور حضرت کا تعارف ان کے ذریعہ ہوا تو زیارت کا شوق پیدا ہوا چنانچہ احقر پلندری حاضر ہوا ظہر کے بعد مسجد میں درس قرآن بھی دیا اور حضرت مولانا مرحوم سے ملاقات اور آپ کی زیارت بھی کی، انہوں نے حضرت والد ماجد قدس سرہ کا تذکرہ بڑے والہانہ انداز میں فرمایا، کتاب تذکرہ حضرت مدنی آپ کو مل چکی تھی اس کی بڑی تعریف کی اور حضرت والد صاحب سے ملاقات نہ ہونے پر بڑے افسوس کا اظہار فرمایا، احقر آپ کی تواضع سادگی اور للّٰہیت سے بہت متاثر ہوا آپ کے فرزند گرامی حضرت مولانا سعید صاحب مدظلہم سے بھی ملاقات ہوئی انہوں نے بڑا ہی اکرام فرمایا اور بڑا وقت دیا، دوسری دفعہ پلندری کا سفر برادرم حضرت مولانا اشرف علی اور مولانا طاہر مسعود صاحب کے ہمراہ ہوا، اس مرتبہ حضرت رحمہ اللہ سے اجازت حدیث بھی حاصل ہوئی، آپ نے کمال شفقت سے حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے واسطہ سے اجازت حدیث عطا فرمائی اور حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے آپ کو جو بیعت توبہ کی اجازت دی گئی تھی اس کا بھی ذکر فرمایا اور ہمیں خصوصی دعاؤں اور شفقتوں سے نوازا، رات کا قیام آپ کے ادارہ میں ہوا، اگلے روز تبلیغی جماعت کے احباب کی دعوت پر ان کے اجتماع سے بیان کا بھی موقع ملا، احقر نے حضرت جد امجد مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی قدس سرہ کے حوالہ سے میوات کے علاقہ میں ان کی تبلیغی جدوجہد اور حضرت شیخ مولانا الیاس کاندھلوی

رحمہ اللہ کا ذکر کیا اور ساتھ ہی مدرسہ معین الاسلام میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے پڑھنے کا ذکر کیا تو ایک بزرگ نے بعد میں بتایا کہ میں نے اس مدرسہ کی زیارت کی ہے احقر کے بیان کی انہوں نے تصدیق کی اور خوشی کا اظہار بھی۔

اس سفر میں ہمارے لیے سب سے بڑی نعمت حضرت مولانا مرحوم کی زیارت، ان کی مجلس میں حاضری اور ان سے اجازت حدیث کا حصول ہی تھا جس پر ہم بہت خوش تھے اور اسی لیے اس سفر کو وسیلہ ظفر سمجھتے رہے اور خوش خوش واپس لوٹے۔ اس کے بعد اس طرف کا سفر نہیں ہوا تاہم حضرت کے متعلق مختلف ذرائع سے معلومات ہوتی رہیں، آپ نے پوری زندگی دین کی خدمت کی اور بڑی محنت سے اس علاقے میں انقلاب پیدا فرمایا، پلندری اور اس کے قرب وجوار کے علاقہ میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور آپ کے درجات بلند فرمائیں۔ آپ نے اپنے بعد جہاں ہزاروں تلامذہ اور عظیم دینی ادارہ چھوڑا وہیں نیک اور فاضل اولاد بھی آپ کے لیے بہترین صدقہ جاریہ ہے ان سب کے ذریعہ آپ کا مشن امید ہے کہ روز بروز ترقی کی طرف گامزن رہے گا۔ حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرماویں اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں، آمین۔

# جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب مرحوم

احقر ۱۶ رشوال المکرّم کو چنیوٹ جارہا تھا راستہ میں مخدوم ومکرم حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے فون پر اطلاع دی کہ جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب انتقال کر چکے ہیں ۲ر بجے اسلام آباد میں ان کا جنازہ ہوگا۔ اچانک ملنے والی اس خبر سے بہت افسوس ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم باقاعدہ درس نظامی اور عصری تعلیم کے فاضل تھے ان کے والد ماجد مرحوم کا حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے خاص تعلق تھا اس لیے ان کی تربیت اور نشو ونما بڑے دینی اور علمی ماحول میں ہوئی جس کا اثر ان کی زندگی پر آخر دم تک قائم رہا عصر جدید کے چیلنج اور دور حاضر کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر دین کی تبلیغ اور تعلیم وتربیت کے حوالہ سے وہ ہمیشہ فکرمند رہے اور انہوں نے ہمیشہ اہل علم کو بھی اس طرف متوجہ کیا، اپنی علمی، دینی، فکری صلاحیتوں کی

بنیاد پر انہوں نے ان چیلنجوں کا خوب مقابلہ کیا اور اس محاذ پر اہل علم اور دین کی نمائندگی کی۔ مرحوم بڑے فاضل اور قابل جوہر تھے انہوں نے مختلف موضوعات پر بہت سا ذخیرہ چھوڑا ہے جو اہل علم کے لیے یقیناً قابل قدر ہے۔ ان کے بعض افکار سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن جہاں تک ان کے اخلاص اور درد دل کے ساتھ عالم اسلام کے لیے گرانقدر خدمات کا تعلق ہے اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں۔

احقر کو ان سے زیادہ مستفید ہونے کا موقع نہیں ملا لیکن جو ملاقاتیں ہوئیں ان کا گہرا نقش اب تک احقر کے قلب پر موجود ہے۔ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور میں ایک دو مرتبہ ان سے ملاقات و مجلس ہوئی، احکام القرآن کی تقریب میں ان کا خطاب ذی شان بھی سنا اس میں انہوں نے جب آیت قرآنی واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرنا ها تدميرا میں لفظ امرنا کی وضاحت کی تو سامعین بڑے ہی محظوظ ہوئے، بعد میں حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنے خطاب میں ان کی بڑی تعریف فرمائی۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے جب ان کی ملاقات ہوئی تو ان سے بڑے متاثر ہوئے، حضرت نے ان سے امام جصاص کے تحریر فرمودہ مقدمہ احکام القرآن کا ذکر فرمایا تو انہوں نے اسلام آباد یونیورسٹی میں تلاش کرنے کا وعدہ کیا۔ حضرت والد صاحب سے تاثر ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے بڑے اصرار سے حضرت کو راضی کرا کے اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن بنایا اور پھر ان کی وفات پر بڑے گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ چند سال قبل احقر ان کی دعوت پر اسلام آباد میں منعقدہ سہ روزہ بین المذاہب کانفرنس میں حاضر ہوا اور ان کا فاضلانہ خطاب بھی سنا۔

ایک مرتبہ جنرل پرویز مشرف کی دعوت پر اسلام آباد میں حضرات علماء کرام تشریف لے گئے احقر بھی حاضر ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے بڑی محبت کا مظاہرہ فرمایا۔ وہ خود بھی صاحب فضل وکمال اور عالم وفاضل تھے اس لیے اہل علم کے بے حد قدر دان تھے ان کے جانے سے علمی اور تحقیقی دنیا میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرماویں اور اس خلا کو پورا کرنے کی بعد کے حضرات کو توفیق عطا فرمائیں۔

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

# احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

## تحقیقی جائزہ (قسط۲۳)

### نصاریٰ کی تردید

قولہ تعالیٰ:وکنت علیھم شھیدا

تحقیق الکلام فی عقیدۃ حیات عیسٰی علیہ السلام

اجتمعت الامۃ المسلمۃ واتفقت علٰی حیات عیسٰی علیہ السلام فی السماء وعلٰی انہ ینزل الی الارض نقل الاجماع علٰی ھذہ العقیدۃ الحافظ ابن حجر العسقلانی فی تلخیص الحبیر فقال:اما رفع عیسی فاتفق اصحاب الاخبارو التفسیر علٰی رفعہ ببدنہ حیا وانما اختلفواھل مات قبل ان یرفع اونام.

وفی التفسیر البحر المحیط قال ابن عطیۃ:واجمعت الامۃ علٰی ماتضمنہ الحدیث المتواتر من ان عیسٰی علیہ السلام فی السماء حی وانہ ینزل فی آخر الزمان.قال الامام ابوالحسن الاشعری:فی کتابہ الابانۃ عن اصول الدیانۃ قال اللہ عزوجل:"یعیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ"وقال اللہ تعالٰی:"وماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ "واجمعت الامۃ علٰی ان اللہ عزوجل رفع عیسٰی علیہ السلام الی السماء الخ.

وقال العلامۃ السفارینی فی شرح عقیدتہ:فقداجتمعت الامۃ علٰی نزولہ ولم یخالف احدمن اھل الشریعۃ وانماانکر ذلک الفلاسفۃ والملاحدۃ ممن لایعتد بخلافہ وقدانقعداجماع الامۃ علٰی انہ ینزل ویحکم بھذہ الشریعۃ المحمدیۃ ولیس ینزل بشریعۃ مستقلۃ عند نزولہ وان کانت النبوۃ قائمۃ بہ وھو متصف بھا.

وقال الحافظ ابن كثير: في تفسير تحت آية "وانه لعلم الساعة فلاتمترن بها واتبعون "

وقد تواترت الاحاديث عن رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عيسٰى عليه السلام قبل يوم القيامة.

فعقيدة رفع عيسى عليه السلام الى السماء حيا وحياته ونزوله قرب الساعة ثابتة بنصوص القرآن والاحاديث المتواترة واجمعت عليها الامة المسلمة وقد صنف فيها علما ء الامة المحمدية علٰى صاحبها الصلٰوة والتحية كتبا مستقلا ورسائل عديدة حاوية علٰى دلائلها مفصلا جزاهم الله احسن الجزاء.

قال شيخنا العثماني التهانوى: وفصل الكلام في هذا الباب العلامة محمد انور شاه الكشميرى في رسائل عديدة فاحسن وجاد فيماافاد

وقال ايضا تحت آية: "وان من اهل الكتاب الاليؤمن به قبل موته" اذانزل عيسٰى عليه السلام من السماء آمن به اهل الملل اجمعون ولايبقى احد من اهل الاديان الايومن به حتٰى يكون الملة واحدة ملة الاسلام وهذا مروى عن ابى هريرة وعن ابن عباس.

ومن رسائل العلامة الكشميرى نوراللہ مرقدہ في هذاالباب الرسالة المسماةب"عقيدة الاسلام في حيات عيسٰى عليه السلام"في العربية ومنها "كتاب التصريح بماتواتر في نزول المسيح "جمع فيه شيخنا المفتى محمد شفيع الديوبندى اكثر من مائة احاديث بامر شيخه العلامة الكشميرى يثبت من هذه الاحاديث حياة عيسٰى عليه السلام ورفعه الى السماء ونزوله منها بالتواتر

حكم القائل بوفات عيسٰى عليه السلام هل هو خارج عن دائرة الاسلام؟

قال حكيم الامة التهانوى:في جواب هذا السوال:ان كان ينكر هذاالشخص النص القطعى الثبوت فهو خارج عن الاسلام وان تاول فيه بناء

علی انه غیر قطعی الدلالة فهومبتدع ضال.

وقد نص البزدوی فی آخر بحث المتواتر علی ان منکر المتواتر ومخالفه یصیر کافرا.

وذکر فی صدر التمثیل للمتواتر وذلک مثل نقل القرآن والصلوات الخمس واعداد الرکعات ومقادیر الزکوٰة وماشبه ذلک.

ونزول عیسٰی علیه السلام لیس باقل ذکرا فی کتب الحدیث من مقادیر الزکوٰة وهولیس اعتقاد اهل مذهب فقط بل المسئلة اجماعیة لایوجد مذهب ینفیها وهومما نص علیه ثلاثون من الصحابة رضوان الله تعالٰی علیهم اجمعین وآثارهم الموقوفة علیهم مدونة فی التصریح للعلامة الکشمیری ولم یصح عن صحابی واحد القول یخالف ذلک وحکی عن التلویح ان النقل قد یکون ظنیا فبالاجماع یصیر قطعیا.

قد ثبت ثبوتا لامرد له ان عقیدة سیدناعیسٰی علیه السلام اصبحت حقیقة واقعیة نطق بها القرآن الکریم وشهد بها الاحادیث المتواترة المقطوعة واجمعت علیهاالامة المحمدیةمن اهل السنة جمعا بل هل الاعتزال والامامیة فاذن الانکار جهل فاضح اوالحاد واضح اواستغرب نشأ من جهة الوهم والخیال لم یستند الٰی عقل صریح وهذا الاستغراب لیس من تلقاء الغفلة عن مشاهدة بدائع ملکوت الله الحکیم فی هذا الکون والکائنات من الآیات البینات والمعجزات الخارقات.

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱۷ وکنت علیهم شهیدا کے تحت حضرت عیسیٰ کی حیات کا عقیدہ بیان فرماتے ہیں کہ:

امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر حیات ہیں اور وہ وقت مقررہ پر زمین پر اتریں گے، علامہ حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اس

بات پر اجماع نقل فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ بدن کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جانے پر اصحاب التفسیر والحدیث کا اتفاق ہے، البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے سو گئے تھے یا فوت ہو گئے تھے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل کا حکم بیان فرمایا:

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

اگر ایسا شخص ثابت شدہ نص قطعی کا منکر ہو تو وہ اسلام سے خارج ہے اور اگر وہ اس میں اس بنیاد پر تاویل کرے کہ وہ قطعی الدلالت نہیں ہے تو وہ شخص بدعتی اور گمراہ ہے۔

علامہ بزدوی نے متواتر کی بحث کے آخر میں فرمایا کہ: متواتر کا منکر اور اس کا مخالف کافر ہو جاتا ہے۔ متواتر کی مثالوں میں فرمایا جیسا کہ نقل قرآن، پانچ فرض نمازیں، رکعات کی تعداد، زکوٰۃ کی مقدار اور جو اس کے مشابہ مثالیں ہیں۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ کتب حدیث میں زکوٰۃ کی مقداروں کے ذکر سے کم نہیں ہے، یہ صرف اہل مذہب ہی کا عقیدہ نہیں بلکہ ایسا اجماعی عقیدہ ہے کہ کسی مذہب نے اس کی نفی نہیں کی، اس پر تیس صحابہ کرام کی موقوف روایات بھی نص کی حیثیت رکھتی ہیں جن کا حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے اپنی تالیف ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' میں تذکرہ فرمایا۔

کسی ایک بھی صحابی سے اس کے خلاف کوئی قول ثابت نہیں۔

کتاب ''تلویح'' سے یہ بات بھی منقول ہے کہ نقل کبھی ظنی ہوتی ہے لیکن اجماع کی وجہ سے قطعی ہو جاتی ہے۔

عقیدہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام حقیقت واقعہ بن چکا ہے کہ جس پر قرآن مجید، احادیث مبارکہ متواترہ مقطوعہ گواہ ہے، جس پر امت محمدیہ اہل سنت کا اجتماع ہے بلکہ معتزلہ اور امامیہ فرقہ کے لوگ بھی متفق ہیں۔ اس کے باوجود اس عقیدہ کا انکار کرنا انتہائی جہالت، ضلالت، الحاد اور زندقہ ہے۔ (جاری ہے)

عبدالناصر ترمذی

# متأثرین سیلاب کے ساتھ تعاون و ہمدردی

حالیہ سیلاب کی تباہ کاریوں سے جسے اس خطے کی معلوم تاریخ کا سب سے بڑا اور تباہ کن سیلاب کہا جارہا ہے ہر شخص پریشان ہے اور ہر دردمند دل تڑپ رہا ہے، آزمائش کی اس مشکل گھڑی میں اپنی طاقت اور بساط کے مطابق ہر مسلمان سیلاب سے متاثر ہونے والے اپنے ضرورت مند بھائیوں کی حاجت روی اور مدد کی کوششوں میں مشغول ہے۔

صدر جامعہ مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم بھی اس سلسلہ میں کافی فکرمند اور پریشان رہے اور انہوں نے کئی بار اپنی اس دلی خواہش کا اظہار فرمایا کہ قیامت کی اس گھڑی میں اہلیان ساہیوال کی جانب سے بھی متاثرین سیلاب کے لیے اجتماعی صورت میں کوئی مناسب امدادروانہ کرنی چاہیے چنانچہ حضرت مفتی صاحب کی فرمائش پر انجمن تاجران ساہیوال کے ذمہ دار حضرات جناب ملک حیات اللہ، ملک غلام حسین، رانا نثار احمد، رانا حاجی منور، رانا محمد عیسیٰ بیانی اور حسن رضا صاحبان وغیرہ نے اس عظیم خدمت کا بیڑہ اٹھایا اور فنڈ اکٹھا کرنا شروع کیا۔

باوجود اس کے کہ اہلیان ساہیوال خود بھی سیلاب سے متاثر تھے اور لوگوں کی فصلیں وغیرہ سیلاب کی تباہ کاریوں کی نظر ہوگئیں تھیں انہوں نے دل کھول کر تعاون کیا اور یہ حضرات کئی روز کی محنت شاقہ اور مسلسل جدوجہد کے بعد ساڑھے تین لاکھ روپے کی معقول رقم اور بھاری تعداد میں روزمرہ ضرورت کا دیگر سامان اکٹھا کرنے میں کامیاب ہوگئے، مزید تین لاکھ روپے جو حضرت مفتی صاحب مدظلہم کے پاس شہر و بیرون شہر کے مخیّر حضرات نے اس مد میں جمع کرائے تھے اور لاکھوں روپے مالیت کے زنانہ سوٹ انجمن تاجران کی انتظامی کمیٹی کے سپرد کردیے گئے جنہوں نے کئی روز کی سعی پیہم کے بعد مطلوبہ سامان کی خریداری اور پیکنگ کا دشوار مرحلہ نہایت خوش اسلوبی اور عمدہ طریقے سے طے کیا۔ اس مرحلہ کی حضرت مفتی صاحب نے خود نگرانی فرمائی اور انتظامات کو تسلی بخش قرار دے کر کارکنوں کی حوصلہ افزائی کی۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جامعہ حقانیہ کے سابق متخصص مولانا نصر اللہ صاحب کا فاضل پور ضلع راجن پور سے ساہیوال آنا ہوا تو انہوں نے حضرت مفتی صاحب سے اپنے علاقے فاضل پور میں سیلاب زدگان کی امداد کی ضرورت کا اظہار کیا اور بتلایا کہ وہاں پر ذرائع آمدورفت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجانے کی بنا پر ابھی تک بعض مقامات تک امدادی ٹیموں کی رسائی ہی نہیں ہوسکی یا اگر رسائی ہوئی بھی تو محدود پیمانے پر، احباب سے مشورے کے بعد حضرت مفتی صاحب نے یہ سامان اسی علاقے میں روانہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ ۲۷ ستمبر بروز جمعرات انجمن تاجران کے مذکورہ مخلص احباب، دیگر معززین شہر وکارکنان جناب محمد اشرف، حاجی محمد یوسف، محمد سجاد اور بھائی شہباز صاحب نیز جامعہ حقانیہ کی طرف سے احقر اور جناب سید عبدالغفور ترمذی صاحب پر مشتمل ایک وفد تقریباً بارہ لاکھ روپے کی مالیت کا یہ سامان لے کر فاضل پور کی طرف روانہ ہوا۔

مختلف حضرات سے سننے میں آیا تھا کہ بدنظمی کی وجہ سے اکثر اوقات اصل مستحقین امدادی سامان سے محروم رہ جاتے ہیں اور غیر مستحق خود کو مستحق ظاہر کرکے یہ سامان اڑا لے جاتے ہیں، اسی طرح جبراً سامان چھین لینے اور لوٹ مار کی خبریں بھی گردش کررہی تھیں لیکن حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ قافلہ ۲۰ گھنٹے کے پرصعوبت سفر کے بعد بخیر اپنی منزل تک گیا اور کسی قسم کا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا، والحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

مولانا نصر اللہ صاحب کے ادارے جامعہ دارالعلوم حقانیہ فاضل پور پہنچ کر سامان ٹرک سے اتار کر گودام میں محفوظ کردیا گیا، مولوی صاحب موصوف ۲۰۰ کے قریب مستحق افراد کی لسٹ تیار کرچکے تھے۔ سامان کو صحیح مستحقین تک پہنچانے کے لیے احباب نے یہ طریقہ تجویز کیا کہ متاثرہ بستیوں کا خود سروے کیا جائے اور وہاں جو مستحق نظر آئے اس کی مکمل چھان بین کرکے اور بستی کے بعض قابل بھروسہ اور دیانتدار لوگوں سے شہادت لے کر مستحقین کو ایک ٹوکن دیا جائے جسے دکھا کر وہ مدرسہ سے سامان وصول کرسکیں، لیکن وہاں کے باسیوں کے خستہ اور کمزور حالات دیکھ کر یہ نظر آرہا تھا کہ ان متاثرین کو امداد کے حصول کے لیے کئی کئی کیلومیٹر کا سفر پیدل طے کرنا پڑے گا اور شاید بعض مفلوک الحال حضرات کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے ٹوکن مل جانے کے

باوجود سامان حاصل کرنے سے محروم رہ جائیں اسی وجہ سے وفد کے ذمہ دار حضرات نے یہ فیصلہ کیا کہ ٹوکن کے ساتھ ساتھ ہر متاثرہ شخص کو کرایہ کی مد میں ایک سو روپیہ بھی دیا جائے تا کہ وہ آسانی اور سہولت کے ساتھ مطلوبہ مقام تک پہنچ کر سامان حاصل کر سکے۔

کچھ دیر آرام اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد احباب دو گاڑیوں پر مقامی ذمہ دار ساتھی مولانا امداد اللہ متخصص جامعہ حقانیہ ساہیوال اور قاری ظہور صاحب کی معیت میں مضافات کی بستیوں کے سروے کے لیے نکل کھڑے ہوئے ہر طرف ٹوٹی ہوئی تھیں نقل وحمل کے راستے مسدود تھے، ہزاروں ایکڑ پر کھڑی تیار فصلیں تباہ ہو چکی تھیں اور پوری کی پوری اجڑی ہوئی بستیاں زبان حال سے سیلاب کی تباہ کاریوں کی المناک اور دکھ بھری داستان سنا رہی تھیں۔ یہ علاقے دیکھ کر واقعی ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ شاید ان علاقوں تک امدادی ٹیموں کی رسائی نہیں ہو سکی، جب اہل علاقہ سے اس بارہ میں جانکاری چاہی تو انہوں نے بتلایا کہ جب تک ان علاقوں میں فوج رہی تو کچھ نہ کچھ امداد ملتی رہی لیکن فوج کے واپس جانے کے بعد تو بہت ہی بری حالت ہے، امداد آتی ضرور ہے لیکن مستحقین تک بہت کم پہنچ پاتی ہے۔

عشاء کی نماز کے بعد اس سروے سے واپسی ہوئی کئی دن کی تھکاوٹ، بے آرامی اور لمبے سفر کے باوجود ساتھیوں کا جوش وجذبہ دیدنی تھا، نوجوان تو ایک طرف قافلے کے ہمراہ جانے والے بعض بزرگ حضرات نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اگلے روز نماز فجر کے بعد کچھ ساتھی دوبارہ مضافات کی بستیوں کے سروے اور ٹوکن تقسیم کرنے کے لیے چلے گئے، کل کے سروے کے بعد یہ طے پایا تھا کہ متاثرہ علاقوں میں بیوگان کی مالی مدد بھی کی جانی چاہیے، چنانچہ بیوہ خواتین کے لیے فی کس تین ہزار روپے بھی ان ساتھیوں کے حوالہ کیے گئے تا کہ یہ حضرات پوری ذمہ داری کے ساتھ ان خواتین کے ہاتھوں میں یہ رقم پہنچا سکیں اور ان خواتین کو سفر کی مشقت نہ برداشت کرنی پڑے۔ فجر کے بعد سے ہی لوگ مدرسہ حقانیہ فاضل پور میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے لیکن چونکہ یہ طے ہو چکا تھا کہ سامان صرف انہی حضرات کو دیا جائے گا جن کی مولانا نصر اللہ صاحب تصدیق کریں گے یا پھر جن کے پاس ہمارا جاری کردہ ٹوکن ہوگا اس لیے دھوکہ بازی اور جعل سازی کے امکانات کافی حد تک ختم

ہوگئے تھے تاہم پھر بھی بعض حضرات نے جعلی ٹوکن بنا کر دھوکہ دہی اور فراڈ کی ناکام کوشش کی۔

آٹھ بجے کے قریب سامان کی تقسیم کا عمل شروع ہوا اور ظہر کی نماز سے قبل مولانا نصر اللہ صاحب اور ان کے رفقاء کی معاونت سے بخوبی اختتام کو پہنچا اور بہت زیادہ رش کے باوجود احباب کے قائم کردہ نظم وضبط کی بدولت کسی قسم کی ہڑبونگ، بدنظمی نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا، دور دراز کے علاقوں سے تشریف لانے والے حضرات کو لمبی قطاروں میں کھڑے ہوکر انتظار کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کرنی پڑی بلکہ انہیں بہت ہی عزت ووقار اور عجلت کے ساتھ اس مرحلے سے گزارا گیا، جس پہ کمیٹی کے معزز اراکین کو انتہائی اطمینان اور تسلی ہوئی، سب نے اس پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور جن مستحقین کو امداد ملی انہوں نے بھی اس پر بڑے اطمینان کا اظہار کیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ وفد اپنے مقاصد میں نہایت درجہ کامیابی کے بعد واپس ہوا اور اتوار کی شب تقریباً ایک بجے بخیر وعافیت ساہیوال پہنچا۔ انجمن تاجران ساہیوال کے جملہ اراکین اور دیگر تمام تعاون کنندگان کی کارکردگی بلاشبہ لائق تحسین اور قابل صد تشکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں اس عمل کو قبول فرمائیں اور سب تعاون کرنے والے حضرات کو جزائے خیر اور فلاح دارین سے نوازیں، آمین۔

آزمائش اور مصیبت کی اس کٹھن اور صبر آزما گھڑی میں اپنے آفت زدہ اور مشکلات سے دوچار پریشان حال بھائیوں کی خبر گیری اور ممکنہ حد تک چارہ جوئی سب مسلمانوں کا دینی، اخلاقی اور ملی فریضہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ذمہ داری سے احسن طریقہ کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کی توفیق دیں اور باشندگان پاکستان کو ان آفات، بلیات اور مصائب سے نجات عطاء فرمائیں اور ان کی مدد وخیر وخواہی کا یہ سلسلہ رکنے نہ پائے۔ متاثرین سیلاب کے ساتھ باہمی تعاون وہمدردی کا یہ سلسلہ ان شاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

نوٹ: جو حضرات جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا کے ذریعہ متاثرین سیلاب کے بحالی کے کار خیر میں حصہ لینا چاہیں درج ذیل فون نمبر زپر رابطہ کر سکتے ہیں:

048-6786002- 6786899- 0302-8142221

ع، ن، ت

# تعارف کتب

نام کتاب: کاروان تھانوی مرتب: حافظ محمد اکبر شاہ بخاری

صفحات: ۳۸۴ ناشر: ادارۃ المعارف کراچی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی ہمہ جہت خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے آپ نے تحریر وتصنیف کے ساتھ تصوف کے مردہ جسم میں بھی ایک روح پھونکی اور لاکھوں لوگوں کی اصلاح وتربیت فرما کر ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑا۔

زیر نظر کتاب میں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے بعض جلیل القدر خلفاء اور مجازین صحبت کا ذکر خیر کیا گیا ہے نیز سلسلہ اشرفیہ کے ہی بعض دوسرے بزرگ حضرات جنہیں حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی کے خلفاء کی صحبت سے مستفید ہونے کا موقع ملا ان کا تذکرہ بھی شامل اشاعت ہے۔

نام کتاب: مجلّہ ''صفدر'' شیخ المشائخ نمبر صفحات: ۸۶۸

مرتب: مولوی سرفراز حسن خان حمزہ زید مجدہ

ناشر: مظہریہ دار المطالعہ حق چار یار اکیڈمی مدرسہ ومحلّہ حیات النبی گجرات

زیر نظر کتاب مجلّہ صفدر گجرات کی خصوصی اشاعت ہے جو شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ کے مبارک حالات پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز ہے جس میں حضرت اقدس خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی سیرت وکردار اور مختلف گوشہ ہائے زندگی پر بڑے احسن اور عمدہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے اور حضرت کی عالمگیر خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

حافظ سرفراز خان حمزہ صاحب بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ اپنے تعلیمی مشاغل کے باوجود کم مدت میں اتنا ضخیم مستند اور معیاری نمبر شائع کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

مولوی محمد آصف چنیوٹی

# اخبار الجامعہ

۲۰ رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ: حضرت صدر مدظلہم نے جامعہ حقانیہ للبنات میں چالیس روزہ فہم دین کورس سے اختتامی بیان فرمایا۔

۲۶ رحضرت مدظلہم اسلام آباد تشریف لے گئے جہاں ادارہ غفران پنڈی کے اجلاس میں شرکت کے علاوہ بعد عصر اسلام آباد میں برکۃ العصر حضرت اقدس نواب عشرت علی خاں قیصر مدظلہم وعمت فیوضہم سے ملاقات اور زیارت فرمائی۔

یکم رمضان المبارک: حضرت مدظلہم نے حسب معمول نماز تراویح جامع مسجد حقانیہ میں ادا فرمائی بعد ازاں ایک گھنٹہ کے قریب مجلس بھی ہوئی اور الحمدللہ ۲۰ رمضان المبارک تک مجالس کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری رہا۔

۳ رجامعہ میں ۱۴ راگست کے حوالہ سے ایک مختصر مگر پروقار تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں حضرت مدظلہم نے پرچم کشائی فرمائی اور ملک اور قوم کی حفاظت وسلامتی کی دعا فرمائی، حق تعالیٰ ملک خداداد کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے، آمین۔

۲۰ رآخری عشرہ میں شہر اور مضافات کی تقریباً ۳۸ مساجد میں تکمیل قرآن کریم کی تقریبات منعقد ہوئیں جن سے حضرت مدظلہم نے اصلاحی بیانات فرمائے یہ سلسلہ ۲۸ ویں شب تک جاری رہا اور یہ مبارک اجتماعات انتیس ویں شب کو شہر کی مرکزی جامع مسجد حقانیہ میں علامہ عبدالحمید تونسوی مدظلہم کے دو گھنٹے پر مشتمل مفصل خطاب اور دعاء پر اختتام پذیر ہوئے۔

۲۶ رحضرت مدظلہم نے جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں تکمیل حفظ قرآن کی تقریب سے خطاب کیا اور طلبہ کو آخری سبق پڑھایا اور ۲۷ ویں شب کو جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہ واٹر سپلائی سرگودھا میں بیان فرمایا۔

یکم شوال المکرّم: حضرت مدظلہم نے عیدالفطر کے مبارک موقع پر حقانیہ عیدگاہ میں مسلمانوں کے بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا اور نماز پڑھائی۔ آپ سے پہلے جناب حافظ

سید عبدالودود صاحب، مولانا عبدالملک صاحب اور سید عبدالقدیر ترمذی نے بھی بیان کیا۔

۸؍جامعہ میں درجہ حفظ کے تعلیمی سال کا آغاز ہوا، دعا ہے کہ حق تعالیٰ جامعہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائیں، آمین۔

۱۲؍حضرت مدظلہم نے جامعہ میں درجہ کتب کے نئے تعلیمی سال کے آغاز پر بیان فرمایا۔

۱۶؍حضرت صدر مدظلہم مفتی محمد شاکر صاحب کے بڑے بھائی محمد یونس صاحب مرحوم کے لواحقین سے تعزیت کے لیے چنیوٹ تشریف لے گئے۔ نیز جامعہ اسلامیہ محمودیہ گلشن رحمٰن سرگودھا اور مدرسہ علوم شرعیہ جوہر آباد میں افتتاح مشکوٰۃ کے مبارک موقع پر بیانات فرمائے۔

۱۷؍حضرت مدظلہم مدرسہ علوم الشرعیہ جھنگ تشریف لے گئے اور افتتاح مشکوٰۃ وبخاری شریف کے موقع پر بیان فرمایا۔

۱۹؍جامعہ میں بعد نماز عصر افتتاح بخاری شریف ہوا جس میں عارف باللہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب دامت برکاتہم نے پون گھنٹہ بیان فرمایا اس سال جامعہ میں دیگر درجات کے ساتھ دورہ حدیث شریف بھی ہوگا قارئین سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ نیز نماز عصر کے بعد حضرت مدظلہم نے درجہ اعدادیہ کے طلبہ سید عبدالواسع ترمذی اور محمد داود سلمہما کو فارسی زبان کا آسان قاعدہ شروع کرایا اور دعا فرمائی۔

## دعاء مغفرت کی درخواست

۲۳؍شعبان المعظم کو مولانا مفتی محمد حبیب اللہ صاحب مدرس مدینۃ العلوم سرگودھا کے والد جناب محمد رمضان صاحب چوہال میں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مورخہ ۶؍شوال المکرّم کو مولانا تصور اقبال صاحب کے بڑے بھائی جناب محمد سرور چودھری مرحوم چک نمبر ۵۹ شمالی میں اچانک انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۸؍شوال المکرّم کو مفتی محمد شاکر صاحب چنیوٹی متخصص جامعہ ہذا کے بڑے بھائی جناب محمد یونس صاحب چنیوٹ میں اچانک انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون، دعا ہے کہ حق تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں، آمین۔

فہیم ترمذی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اے حبیب خدا! شاہ والا! سلام — لیجیے! ہم غلاموں کا آقا! سلام

شب کی تاریکیاں پڑھ رہی ہیں درود — کہہ رہا ہے سحر کا اجالا سلام

قلب مضطر کی سب دھڑکنوں کے درود — چشم تر کے تمام آنسوؤں کا سلام

پڑھ رہا کاروان بہاراں درود — کہہ رہا خوشبوؤں کا قبیلہ سلام

ان پر افضل سے افضل درود — ان پر اعلیٰ سے اعلیٰ سے اعلیٰ سلام

آرزو ہے مری نعت کا حرف، حرف — ہو مجسم درود اور سراپا سلام

کاش روضہ پہ جا کر پڑھوں میں درود — عرض ان سے کروں بالمشافہ سلام

آپ پر ہوں ازل سے ابد تک فہیم

ان گنت رحمتیں، بے تحاشا سلام

## ماہنامہ ''الحامد'' لاہور کی طرف سے

# ایک اہم اعلان

حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی خدمات جلیلہ کے اعتراف میں ماہنامہ ''الحامد'' جامعہ مدنیہ لاہور ایک خصوصی نمبر شائع کر رہا ہے۔

اراکین ادارہ الحامد ایسا خصوصی نمبر شائع کرنا چاہتے ہیں جس میں جامعیت ہو، جو حضرت اقدس کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں پر محیط ہو اور تمام پہلوؤں پر بحث کی جائے، ان تاریخی حالات پر روشنی ڈالی جائے جن میں حضرت رحمہ اللہ کی نشو ونما ہوئی، ان اداروں اور ان اساتذہ کرام کے حالات جن سے حضرت اقدس رحمہ اللہ نے استفادہ کیا۔ مثلاً ۱۹۲۰ء حضرت اقدس رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت کا سال ہے اس دور کے سیاسی حضرات، اس دور میں موجود علماء کرام کا اجمالی تذکرہ، حضرت اقدس رحمہ اللہ کا بچپن، ابتدائی تعلیم اور حضرت رحمہ اللہ کے اساتذہ کرام، دارالعلوم دیوبند آمد، وہاں سے ڈابھیل روانگی اور پھر دارالعلوم دیوبند آمد، دونوں اداروں کی تاریخ اور اس دور کے اساتذہ کرام نیز اس دور کے اہم واقعات کا تذکرہ، بعد از تعلیم جن مشائخ سے کسب فیض کیا ان مشائخ کے حالات، مقصد یہ ہے کہ ماہنامہ الحامد کی مجوزہ اشاعت خصوصی حضرت اقدس رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ کے تمام گوشوں پر محیط ہو۔ ساتھ ہی اس زمانے کے سیاسی حالات پر روشنی پڑتی ہو جن میں حضرت اقدس رحمہ اللہ نے زندگی بسر کی تاکہ مستقبل میں جو شخص بھی حضرت کی زندگی پر لکھنا چاہے اس اشاعت خصوصی سے رہنمائی لے سکے اللہ تعالیٰ اس میں مدد فرمائے اور قبولیت نصیب فرمائیں، آمین۔

اس سلسلہ میں حضرت اقدس کی صاحبزادگان سے ماہنامہ الحامد کی جانب سے اجازت چاہی گئی تو جناب حضرت مولانا عزیز احمد و مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہما نے نہ صرف یہ کہ اجازت مرحمت فرمائی بلکہ حوصلہ افزائی بھی کی۔ ادارہ ان دونوں حضرات کا شکر گزار ہے، یہ نمبر ان شاء اللہ نومبر میں شائع ہوگا۔

ادارہ ماہنامہ الحامد تمام اہل علم اور اہل قلم حضرات سے اپیل کرتا ہے کہ حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب کی زندگی پر اپنی معلومات تحریر فرمائیں، مضمون صاف لکھا ہوا ہو، اگر کمپوز کر کے سی ڈی بھیجی جائے تو اور بھی آسانی ہوگی اور ادارہ ممنون ہوگا۔ والسلام

سید رشید میاں خادم جامعہ مدنیہ لاہور

پتہ و رابطہ: ماہنامہ الحامد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

ph042-37724273/37704595/37728748

mob0300-0321-0313-8429298/03216854997